بفیضِ حضور مفتیِ اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری قدس سرہٗ

مسلکِ اسلافِ اہلسنت

دربارہ

عصمتِ اجتہادِ انبیاء وعظمتِ اہلِ بیت وصحابہ

علیہم الصلاۃ والسلام والثناء

بقلم فیض رقم

حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ محمد کوثر حسن صاحب قبلہ قادری رضوی

متعنا اللہ تعالیٰ والمسلمین بطولِ بقائہٖ

باہتمام

نوری دار الافتاء

دار العلوم نوری (نوری نگر) ۳۱۹ گدیوا ابراہیم پور، یوپی پن ۲۷۱۲۰۱

شائع کردہ

حضرت قمر رضا فاؤنڈیشن

پتہ ۱۰۵ خواجہ قطب بریلی شریف، یوپی پن ۲۴۳۰۰۳

بفیضِ حضور مفتیِ اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری قُدِّسَ سِرُّہٗ

مسلکِ اسلافِ اہلسنّت

دربارۂ

عصمتِ اجتہادِ انبیاء و عظمتِ اہلِ بیت وصحابہ

عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالثَّنَاءُ

بقلم فیض رقم

فقیہِ عصر حضرت علامہ مولٰینا شاہ محمد کوثر حسن صاحب قبلہ قادری رضوی

مَتَّعَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی وَالْمُسْلِمِیْنَ بِطُوْلِ بَقَائِہٖ

باھتمام:

نوری دارالافتاء

دارالعلوم نوری (نوری نگر) ۳۱۹

گدرہوا بلرامپور یوپی۔ پن

۲۷۱۲۰۱

شائع کردہ:

حضرت قمر رضا فاؤنڈیشن

پتہ: ۱۰۵ خواجہ قطب بریلی شریف

یوپی۔ پن ۲۴۳۰۰۳

موبائل: 9319787312

8433284878

نام کتاب:

مسلکِ اسلافِ اہلسنّت دربارۂ عصمتِ اجتہادِ انبیاء
وعظمتِ اہلِ بیت وصحابہ علیہِمُ الصَّلوٰۃُ وَالثَّناء

تالیف:

حضرت علامہ مولٰینا مفتی شاہ محمد کوثر حسن صاحب قبلہ
مُدَّ ظِلُّہُ النُّورانی

صفحات: ۸۷

تعداد اشاعت: ۱۱۰۰

سنِ اشاعت: محرم الحرام ۱۴۴۲ھ ستمبر ۲۰۲۰ء

شائع کردہ:
حضرت قمر رضا فاؤنڈیشن
پتہ: ۱۰۵ خواجہ قطب بریلی شریف یوپی۔ پن ۲۴۳۰۰۳
موبائل: 8433284878/9319787312

باھتمام:
نوری دار الافتاء
دارالعلوم نوری (نوری نگر) ۳۱۹ گدرہوا بلرامپور یوپی۔
پن ۲۷۱۲۰۱
E-mail: reza.kashif786@gmail.com
Mob.:9838599786

طبع : بار اول

مسلکِ اسلافِ اہلسنّت

در بارۂ

عصمتِ اجتہادِ انبیاء و عظمتِ اہلِ بیت وصحابہ

عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالثَّنَاءُ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ المختار و علی آلہ واصحابہ الاطہار

صحابہ کا مقام

حضراتِ صحابہ جنہوں نے ایمان کی دولتِ دائمی کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کی بارگاہ میں حاضری اور شرفِ صحبتِ بارگاہِ رسالت کی نعمتِ جاودانی پائی **مہاجرین انصار** اور **اہلِ بیت** ان کا مقام کیا ہے؟......

اہلسنّت کے عقیدہ کی کتابوں یعنی شروح وحواشی نہیں بلکہ متنِ عقائد اور فہرستِ عقائدِ اہلسنّت میں ہے کہ

یُکفّ عن ذکر الصحابة الا بخیر. [متن عقائد نسفی]	صحابہ کا تذکرہ اچھے طریقہ سے کرنا واجب ، اور اس کے ماسوئی طریقہ سے پرہیز لازم ہے۔

علامہ تفتازانی نے شرح میں اس عقیدۂ اہلسنّت کی دلیل میں فرمایا

لِمَا ورد من الاحادیث الصحیحة فی مناقبهم و وجوبِ الکفّ عن الطعن فیهم ، کقوله علیه السلام :

لا تَسُبُّوا اصحابی فلو اَنَّ احدکم اِن انفق مثلَ اُحُد ذَهَبًا ما بلَغ مُدَّ احدهم ولا نصیفه.

وکقوله علیه السلام :

اَکْرِمُوا اصحابی فانهم خِیار کم. الحدیث.

وکقوله علیه السلام :

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فی اصحابی

کیونکہ صحابہ کی خوبی وفضائل میں احادیثِ صحیحہ وارد ہیں اور صحابہ پر طعن واعتراض سے پرہیز واجب فرما رہی ہیں۔ جیسے یہ ارشادِ اقدسِ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ

میرے صحابہ کو برا نہ کہو تم میں اگر کوئی اُحد پہاڑ برابر سونا خیرات کرے تو وہ میرے صحابہ کے ایک چوتھائی صاع کیا اُس کے آدھے تصدق کو بھی نہیں پہنچے گا۔

اور یہ ارشادِ پاک

میرے صحابہ کی عزت کرو تعظیم کرو کیونکہ وہ تمہارے نیک وبرگزیدہ ہیں۔

اور یہ ارشادِ پاک

اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے

ـــه المُدُّ بالضم : مِکْیَالٌ : مُدّ ایک پیمانہ ہے۔ [تاج العروس] مُدّ کی مقدار رُبع صَاع ہے ، صاع کا چوتھائی حصہ۔ [عمدة القاری١٦/٢٦١]

انما قَدَّر به لانه اقلّ ما کانوا یتصدّقون به فی العادة.

[عمدة القاری١٦/٢٦١ ، تاج العروس]

تصدق کی ایک چوتھائی صاع مقدار اس لیے ارشاد فرمائی کہ عادۃً صحابہ کم سے کم اتنا تصدق فرماتے تھے۔

لا تتخذوهم غَرَضًا من بعدی ، فمن اَحَبَّهُمْ فبِحُبّی احبهم ، ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ، ومن آذاهم فقد آذانی ، ومن آذانی فقد آذی الله ، ومن آذی الله فیُوشِک اَن یأخُذه.

انہیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد۔ حق میں۔ جو ان سے دوستی رکھتا ہے میری محبت کے سبب ان سے دوستی رکھتا ہے ، اور جو ان سے کینہ رکھتا ہے وہ میرے بغض کے سبب ان سے بیر رکھتا ہے ، اور جس نے انہیں ایذاء دی اُس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی اُس نے اللہ کو ایذاء دی ، اور جس نے اللہ کو ایذاء دی سو قریب ہے کہ اللہ اُسے گرفتار کرے۔ [مطلع القمرین ص ۳۷]

ثم فی مناقب کل من ابی بکر و عمر وعثمان وعلی و الحسن والحسین وغیرهم من اکابر الصحابة احادیث صحیحة.

پھر حضرتِ ابو بکر حضرتِ عمر حضرتِ عثمان مولیٰ علی امام حسن امام حسین وغیرہ بڑے بڑے صحابہ میں سے ہر ایک کے فضائل میں احادیثِ صحیحہ ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عن الصحابة اجمعین.

وما وقع بینهم من المنازعات و المحاربات فله محامل و تاویلات.

[شرح عقائد طبع مجلس البرکات ص ۱۵۵ ، ۱۵۶]

اور جو نزاعات اور جنگیں اُن کے آپس میں ہوئیں وہ بہتر پہلو اور صحیح تاویل رکھتی ہیں۔

اسی کا لحاظ نہ کر کے روافض

ع آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس

میں مبتلاء ہوئے اور ہلاکت وگمراہی کے گڑھے میں گرے۔

اہلسنّت کوتو اپنے عقیدے سے آگاہ اور تمام صحابہ ...... **مہاجرین و انصار و اہلِ بیت** ...... کے مقام ومرتبہ سے باخبر رہنا چاہیے۔ آخر تمہارا اُحُد پہاڑ برابر سونا اُن کے کلوآدھا کلوکھانا خیرات کرنے کے بھی برابر کیوں نہیں؟.....

وہ دل جس میں حضوریِ بارگاہِ رسالت کے انوار سے محبتِ الٰہی جَلَّ وَعَلا کے غلبہ نے ماسویٰ کوخاکستر کردیا ، جس میں اپنے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جذبۂ جاں نثاری و حالت خودرفتگی کا وہ طوفان کہ سمندر کی طغیانی اُس کے سامنے ماند اور پھر عقل ودانائی وہ کہ اپنے قلب واعضاء پر حکمِ الٰہی ورسالت پناہی کی زِمام وہ حکم کے بندے حکم کے غلام۔ معہذا خوداُنہیں فراخی نہیں اور پھر اپنے مومن بھائی پر تصدق کررہے ہیں

اے عزیز! انفتاحِ قلوبِ اصحاب و انشراحِ صدرِ ایشاں ہرزمان ازیُمن تاثیرِ صحبتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بودے ، تاقلوبِ ایشاں را بصدق واخلاص با خورشید قلبِ رسول مقابلہ افتادہ بود ، ہرلحظہ وہر لمحہ چنداں انوارِ دینی و اسرارِ یقینی

اے عزیز! ہمہ اوقات صحابہ کے دلوں کی کشادگی اور اُن کے سینوں کی فراخی حاضریِ بارگاہِ رسالت علیہ التحیۃ والثناء کی تاثیر کی برکت سے تھی۔ یہاں تک کہ اُن کے دل صدق و اخلاص کے ساتھ صاف شفاف آئینہ ہوکر خورشیدِ قلبِ رسالت کے سامنے ہوگئے۔ ہرگھڑی ہرلمحہ صحابہ کے

بر دلہائے ایشاں فائض گشتی کہ در حیّزِ تحریر وتقریر نیاید۔

[سبع سنابل شریف ص۱۶، مترجم ص۷۱]

دلوں پر انوارِ دینی و اسرار ورازہائے یقینی کا اس قدر فیضان ہوا جو احاطۂ بیان سے وراء اور دائرۂ تحریر میں آنے سے باہر ہے۔

یہ دل یہ جذبہ یہ شرف یہ دانائی یہ ایثار دوسرا کہاں سے لائے گا؟......

واقفِ اسرارِ خفی وجلی حضرتِ مولویِ معنوی رومی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ وَ قَدَّسَنَا بِسِرِّہِ الْقَوِیّ نے کیا خوب فرمایا اور ایک کھلی مثال سے سمجھایا ہے کہ

؎ کارِ پاکاں راقیاس ازخودمگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر وشیر

پاک لوگوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس مت کرو صورت میں وہ کام تمہارے کاموں جیسے نظر آتے ہیں مگر حقیقت اُن کی کچھ اور ہے۔ جیسے شیر [بیائے مجہول] اور شیر [بیائے معروف] لکھنے میں دونوں کا نقش ایک جیسا ہے اور حقیقت دونوں کی بہت مختلف۔

اُن کے غلاموں کے غلام تو دنیا کو تاکتے نہیں وہ بھلا دنیا کب چاہیں گے؟......

ہاں وہ **حکمِ الٰہی** جَلَّ وَعَلَا کی بسروچشم **تعمیل** چاہتے ہیں۔

میراث قابلِ معافی نہیں

ترکہ پروردگارِ عالم نے وارث کی مرضی پر نہ رکھا بلکہ وہ تقسیمِ الٰہی ہے جسے وارث کو خواہی نخواہی قبول کرنا ہی ہے۔ نہ لینا چاہے تو تقسیم کرا کے اپنے قبضہ میں لے کر پھر

جسے چاہے دے دے ہبہ کردے یا بلاتقسیم کسی شریکِ وراثت کو بیچ کر قیمت اُسے معاف کردے۔

__"ترکہ معاف کرنے سے معاف نہیں ہوسکتا۔ اگر وارث یہی ہیں تو حسبِ شرائطِ فرائض زید کا ترکہ آٹھ حصہ ہوکر ایک حصہ بی بی کو اور چار حصہ زید کی لڑکی کو اور تین بھتیجے کو ملیں گے اور اگلے شوہر کی بیٹی کچھ نہ پائے گی۔ بھتیجا اگر نہ لینا چاہے تو لے کر تقسیم کرا کر پھر زید کی دختر کو ہبہ کرکے قبضہ دیدے، یا یونہی بلاتقسیم اپنا حصہ اُس کے ہاتھ بیچ کر قیمت اُسے معاف کردے"__

[فتاوی رضویہ ۱۰/۴۹۳، مترجم ۲۶/۳۵۵]

تو وہ اس **حکمِ الٰہی** کی **تعمیل** کے خواہاں ہوتے ہیں۔

نیک وارث کی نظرِ اسلاف میں قدر

اور **ہاں** وہ اپنے نیک وارث کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں لہذا اپنے بارے میں تو بے پرواہ ہوتے ہیں مگر اپنے نیک وارث کی تونگری و فارغ البالی محبوب رکھتے ہیں اور تنگدستی ناگوار۔ جیسا کہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قریبِ وصال اپنی صاحبزادی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔

__"عالمِ مدینہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المؤمنین عائشہ

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کا مال جو غابہ میں تھا اس میں سے بیس وسق چھوہارے ام المؤمنین کو ہبہ فرمائے تھے کہ درختوں پر سے اتروالیں۔

جب صدیقِ اکبر کے وصال کا وقت آیا ام المؤمنین سے فرمایا:

اے پیاری بیٹی! خدا کی قسم کسی شخص کی تونگری مجھے تم سے [زیادہ] محبوب نہیں اور اپنے بعد کسی کی محتاجی تمہارے برابر مجھ پر دشوار نہیں۔ اور میں نے تم کو بیس وسق چھوہارے ہبہ کیے تھے کہ درختوں پر سے اتروالو تو اگر تم نے وہ کٹوا کر قبضے میں کر لیے ہوتے تو وہ تمہارے ہوتے۔ اور آج تو [وہ] وارث کا مال ہے۔ اور وارث تمہارے دو بھائی اور تمہاری دو بہنیں ہیں۔ تو اسے حسبِ فرائض اللہ تقسیم کر لینا۔"

[دولتِ مکیہ ص۳۴۹ ، ۳۵۱]

یہاں یہ بھی دیکھو!

کہ ام المومنین جیسی صاحبزادی سے بڑھ کر کوئی اولاد پیاری نہیں مگر وہ بے پناہ درد بے پناہ پیار اُنہیں حکمِ الٰہی کے دائرے سے باہر نہیں لاتا وہ بہر حال اپنی پوری طاقت و ہمت سے اللہ و رسول کے حکم کی تابعداری کو مضبوط تھامے رہنا چاہتے ہیں۔

جَلَّ وَعَلا وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّم.

سیدہ فاطمہ کی شانِ زُہد

امام ابو نُعیم اصفہانی نے آپ کی سیرت لکھنے سے پہلے عنوان ہی میں آپ کا تذکرہ ان اوصاف سے کیا

ومن ناسكات الاصفياء و صفيات الاتقياء فاطمة رضى الله تعالىٰ عنها ، السيدة البتول ، البضعة الشبيهة بالرسول ، الوط اولاده بقلبه لصوقا ، واولهم بعد وفاته به لحوقا ، كانت عن الدنيا و مُتعتها عازفة ، وبغوامض عيوب الدنيا و آفاتها عارفة.

[حلية الاولياء ۲/۳۹]

برگزیدہ عبادت گذار اور چنیدہ اہلِ تقویٰ خواتین میں سے ہیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خواتینِ امت میں سب سے نرالی شان والیں ہم شبیہِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب اولادوں سے بڑھ کر حضور کو پیاری اور بعدِ وصالِ اقدس سب سے پہلے حضور سے ملنے والیں **دنیا اور متاعِ دنیا سے روگرداں** اور دنیا کے عیوب و آفات کو خوب سمجھنے والیں۔

سیدہ فاطمہ کا مطالبۂ میراث

ان پاک نفوس کے مقام و مرتبہ شانِ استغناء اور جذبۂ طاعتِ الٰہی کو پیشِ نظر رکھ کر وہ نزاع دیکھنا چاہیے جو خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ زہراء کا حضرتِ صدیق اکبر سے میراث کے مطالبہ میں ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بخاری شریف میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

ان فاطمة عليها السلام ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم سألت ابا بكر الصديق بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم اَن يقسِم لها ميراثها مما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم مما افاء الله عليه ، فقال لها ابو بكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال

﴿ لا نُوَرِّث ما تركنا صدقةٌ ﴾

فغضِبت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فهجَرت ابا بكر فلم تزَل مُهاجِرتَه حتى تُوُفِيت وعاشت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة اشهر.

قالت وكانت فاطمة تسأل ابا بكر نصيبها مما ترك رسول

خاتونِ جنت فاطمہ زہراء شاہزادیِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وصالِ اقدس کے بعد صدیقِ اکبر سے تقسیمِ میراث کا مطالبہ کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو مال چھوڑا ہے جو اللہ نے اپنے محبوب کو بغیر جہاد بطورِ فیئ عطاء فرمایا اُس میں سے میرا حصہ مجھے دیجیے صدیقِ اکبر نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

﴿ہم میراث نہیں چھوڑتے جو مال ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے﴾

خاتونِ جنت ناراض ہوگئیں صدیقِ اکبر سے ہجر و دوری کرلی اور تادمِ وفات دوری رکھی جبکہ وصالِ اقدس کے بعد چھ مہینہ باحیات رہیں۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں خیبر فدک اور مدینۂ طیبہ میں موجود صدقہ جو میرے آقا

اللّٰہ صلی علیہ وسلم من خیبر و فَدَک وصدقتہ بالمدینۃ فابٰی ابوبکر علیہا ذلک وقال لست تارکاشیئا کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعمل بہ الا عمِلت بہ فانی اَخشیٰ اِن ترکت شیئا من امرہ اَن ازیغ۔

[بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر]

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑا تھا خاتونِ جنت اس میں سے اپنے حصہ کا مطالبہ کرتی تھیں حضرتِ ابوبکر نے نہ مانا اور فرمایا میں نے اپنے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو کچھ برتتے دیکھا ہے ضرور وہی برتوں گا اُس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑوں گا کیونکہ کچھ بھی چھوڑوں تو ڈرتا ہوں کہ حق سے برگشتہ نہ ہو جاؤں۔

ناراضگی و ہجران پر اشکال

شیخ محقق عبدالحق دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے یہ روایت اور اس واقعۂ طلبِ میراث سے متعلق صحاح احادیث کی اور بھی روایات کا ترجمہ بزبانِ فارسی پیش کر کے سلسلۂ اشکال میں فرمایا

مشکل ترین قضیۂ فاطمہ زہراء است رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا زیرا کہ اگر بگویم کہ وے رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا جاہل بود بایں نسبت بعید ست و اگر التزام

بھاری اشکال سیدہ فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ہے۔ وہ حدیث لا نورث الخ کو نہ جانیں یہ اُن کی شان سے بعید ہے۔ اور مان لیں کہ شاید اُنہیں اپنے

کنیم کہ شاید اتفاق نیفتاد اورا سماعِ این حدیث از آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم مشکل می شود کہ بعد از سماعِ حدیث از ابی بکر وشہادتِ صحابہ برآں چگونہ قبول نکرد ودر غضب آمد واگر غضب پیش از سماعِ حدیث بود چرا برنگشت از غضب تا آنکہ بامتداد کشید وتا زندہ بود مہاجرت کرد ابوبکر را چنانکہ روایت می کند۔

[اشعۃ اللمعات ۳/۴۸۰]

آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیثِ پاک سننے کا اتفاق نہیں ہوا تو صدیقِ اکبر سے یہ حدیث اور صحابہ کی اس پر گواہی سننے کے بعد اس حدیثِ پاک کو قبول کیسے نہ کیا؟...... اور ناراض کیسے ہوگئیں؟...... اور ناراضگی اگر حدیثِ بالا سننے سے پہلے تھی تو سننے کے بعد اسے ختم کیوں نہ فرمادیا؟...... یہاں تک کہ وہ برقرار رہی اور تاحیات حضرتِ ابوبکر سے دوری و ہجران رکھا جیسا کہ روایت میں ہے۔

حضرت شیخ نے مدارج میں اس اشکال کا ایک جواب نقل کرکے اشارہ کیا کہ رنجیدگی اگر طبعی چیز تھی طبعی طور پر آگئی تھی تو اس کا برقرار رہنا یہ پھر اشکال ہے۔ چنانچہ فرمایا

میگویند کہ ایں رنجیدن بحکمِ طبیعت بود ، اما دوام واستمرارِ آن غرابت ست

[مدارج النبوۃ ۲/۵۷۳]

کہتے ہیں یہ ناراضگی و رنجیدگی بشری تقاضائے طبیعت سے تھی۔ لیکن اس کا برقرار رہنا یہ پھر اشکال ہے۔

ـــــــ اس اشکال کا جواب خود شیخِ محقق قُدِّسَ سِرُّہٗ نے مدارج میں روایتِ بیہقی سے دیا ہے جو آئندہ [ص ۳۰ میں] درج ہے۔

رفعِ اشکال

مگر اشعۃ اللمعات میں علامہ کرمانی سے یہ جواب نقل فرمایا ہے

کرمانی در شرحِ بخاری گفتہ اما غضبِ فاطمہ رضی اللہ عنہا پس امرے بود کہ حاصل شد بر مقتضائے بشریت وساکن شد بعد ازاں۔

واما ہجران مراد بآں انقباض وکوفتِ طبیعت ست از ملاقات نہ ہجرانِ محرم از ترکِ سلام و مانندِ آں۔ انتھی۔

[اشعۃ اللمعات ۳/ ۴۸۰]

علامہ کرمانی نے شرحِ بخاری میں اس اشکال کے جواب میں کہا : وہ ناراضگی ایک بشری تقاضا تھا جو بعد میں جاتی رہی۔

اور ہجران و دوری سے مراد ہے طبیعت میں ملنے ملاقات کرنے کی امنگ ؎ نہ پائی بلکہ طبیعت کو ملنے ملاقات کرنے سے پیچھے ہٹتا ہوا پایا اس لیے ملاقات پر اقدام نہ کیا۔ یہ نہیں کہ ملنے کی نوبت آجائے سامنا ہوجائے اور پھر نہ ملیں سلام وغیرہ نہ کریں۔ اور ہجران و دوری جو حرام ہے وہ یہی ہے۔

فتح الباری میں ہے

وقد قال بعض الائمۃ انما کانت ھجرتھا انقباضا عن لقائہ

بعض ائمہ نے کہا : اُن کا ہجران محض یہ تھا کہ طبیعت میں ملاقات کی **چاہت و امنگ** نہ

؎ اما ھجرانھا فمعناہ انقباضھا عن لقائہ وعدم الانبساط ، لا الھجران المحرّم من ترک السلام ونحوہ۔ [بخاری بشرح الکرمانی ۱۶/۱۱۴]

والاجتماع به وليس ذلك من الهِجران المحرَّم لان شرطه ان يلتقيا فيُعرِض هذا و هذا.

[فتح الباری کتاب فرض الخمس ۷/٦٦٤]

ہوئی۔ اور **یہ وہ ہجران نہیں جو حرام ہے۔** کیونکہ وہ ترکِ تعلق جو حرام ہے وہ وہ ہے کہ آمنا سامنا ہو جائے اور پھر ایک دوسرے سے منہ پھیر لے۔

یہ بات وہی ہے جو علامہ کرمانی نے شرح بخاری میں کہی ہے تو وہ بعض ائمہ غالباً یہی ہیں۔

بہرحال یہ علامہ کرمانی نے ناراضگی و ہجران دونوں کی توجیہ کر کے دونوں سے اشکال دور کیا ہے۔ ہجران سے یوں کہ وہ وہ ہجران نہ تھا جو شرعاً حرام ہے۔ اور ناراضگی سے یوں کہ وہ بشری تقاضے سے تھی اور اُسے دوام نہ ہوا بلکہ وہ بعد میں جاتی رہی۔

علامہ **بحر العلوم** عبدالعلی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اس ہجران ودوری کو **زَلَّت** کے تحت شمار کیا۔ فواتح میں ہے

وكذا يجوز عليهم الزَّلّة، وهي وقوعهم في امر غير مناسب لمرتبتهم من غير تعمد كما وقع من سيدة النساء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها من هِجرانها خليفة رسول

یونہی اہلِ بیت سے زَلَّت ہونا ممکن ہے۔ زَلَّت کا معنیٰ ہے: اُن سے بغیر اپنے قصد کے ایسی بات وقوع میں آنا جو اُن کے شایانِ شان نہیں۔ جیسے سیدہ خاتونِ جنت رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا سے پہلے خلیفۂ راشد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ

اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم حین منعھا فدک من جھۃ المیراث ، ولا ذنب فیہ.	جو ہجران و دوری کا برتاؤ وقوع میں آیا جبکہ حضرت صدیق نے انہیں فدک بطورِ میراث دینے سے انکار فرمایا۔ اوراس زَلّت ...... یعنی خاتونِ جنت سے ہجران کے وقوع ...... میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

[فواتح الرحموت ۲/۲۷۹]

امام اہلسنّت نے ''فواتح'' حضرت بحر العلوم پر اپنے حاشیہ رحمۃ الملکوت میں اس مقام پر کوئی کلام نہ کیا جس کا ظاہر یہ ہے کہ ہجران کی یہ توجیہ امام اہلسنّت کی نظر میں بھی مقبول ہے۔

بہرحال ''فواتح'' میں حضرت بحر العلوم نے زَلّت کی تعریف میں جو فرمایا ''من غیر تعمد: یعنی بغیر اپنے قصد وارادہ کے بغیر اُس طرف دھیان گئے'' یہ باریک اوراہم بات ہے اس سے غفلت ہی خلجان میں مبتلاء کرتی ہے۔ روافض اگر ع

آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس

میں ڈوبیں تو وہ ایک وہم پرست قوم ہیں۔ لیکن اہلسنّت کو تو باشعور رہنا چاہیے اُنہیں تو یہ نصیحت ہے کہ

؎ کارِ پاکاں راقیاس ازخود مگیر گرچہ باشد درنوشتن شیر وشیر

کلامِ فواتح ''من غیر تعمد'' کا مطلب ہے کہ سیدہ خاتونِ جنت رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا سے جو ہجران واقع ہوا اس میں اُن کا قصد نہ تھا۔ جیسے نہایت غم وکرب میں

مبتلاء آدمی کو تاج محل اچانک نظر آجائے اور اُس کی نظروں میں بھاجائے تو اس پسندیدگی میں اُس کا قصد نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو اپنے غم وکرب میں مبتلاء ہے جو کسی اورطرف قصدودھیان کی اُسے مہلت نہیں دیتے۔ سیدہ فاطمہ تو جس غم وکرب میں تھیں اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟..... اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فراق کا وہ غم وہ الم اُنہیں تھا کہ بعد وصالِ اقدس کبھی کسی نے اُنہیں مسکراتے نہیں دیکھا۔

ندیدہ بود کسے اورا بعد از وفاتِ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ تبسم کردہ باشد از جہت غم واندوہ۔ [اشعۃ اللمعات ۲۸۱/۳]

اور صرف چھ مہینے حیاتِ دنیوی اُنہوں نے گذارکر وصال فرمایا۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے نقلِ سابق بعض ائمہ کے بعد فرمایا

وکأن فاطمة عليها السلام لما خرجت غَضبىٰ من عند ابى بكر تَمادَتْ فى اشتغالها بحُزنها ثم بمَرضها.

[فتح البارى كتاب فرض الخمس ۲۶۴/۷]

گویا سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے جب ناراض ہوکر گئیں تو برابر [فراقِ حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے] اپنے غم وحزن پھر [اُس غم کے اثر سے] مرض میں رہیں۔

تو ہجران کے قصد اور ادھر دھیان کی اُنہیں کب فرصت تھی؟.....

متروکۂ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم و مصرف

جو مال میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوڑ کر وصال فرمایا اُس کا حکم کیا ہے؟...... میراث یا صدقہ؟...... یعنی صدقۂ عامہ جو تمام مسلمانوں میں مشترک ہو اور مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کے لیے ہو۔

[جیسا کہ اشعۃ اللمعات نیز تمہید سے آرہا ہے]

اگر صدقہ تو اُس کا مصرف کیا ہے؟...... صحابہ و خلفائے راشدین نے اُس مال کے ساتھ برتاؤ کیا رکھا؟...... میراث کا؟...... یا صدقہ کا؟...... اگر صدقہ کا تو کس پر؟......

امام ابن عبد البر نے فرمایا

اما المیراث والتملیک فلا یقوله احد الا الروافض. [تمہید ۸/۱۶۰]

میراث و ملکیت کا سوائے روافض کے کوئی قائل نہیں۔

واما الروافض فلیس قولهم مما یشتغل به ولا یحکی مثله لما فیه من الطعن علی السلف والمخالفة لسبیل المؤمنین. [تمہید ۸/۱۶۱]

روافض کا قول رویش ببیں و حالش مپرس کا مصداق ہے وہ نقل و روایت کیے جانے کے قابل نہیں کیونکہ اس قول میں سَلَف پر طعن اور سبیلِ مومنین کی مخالفت ہے۔

سَلَف صحابہ ہیں۔ اور سبیلِ مؤمنین اجماع، جو اُس آیتِ کریمہ سے ماخوذ ہے جسے مسلّم الثبوت میں ثبوتِ اجماع کی پہلی دلیل میں پیش فرمایا۔ چنانچہ

مسلّم و فواتح میں ہے

(الاجماع حجة قطعا. واستدل اولا بقوله تعالیٰ

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾

[پ۵ آیت ۱۱۵ النساء])

فان من اتبع غير سبيل المؤمنين قد استحق الوعيد، فاتباعه حرام، فهو باطل، فيكون سبيل المؤمنين صوابا. [فواتح الرحموت ۲/۲۶۳]

اجماع قطعاً یقیناً حجت ہے۔ اس پر دلیلِ اول یہ آیتِ کریمہ ہے

﴿اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اُس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی﴾

دیکھو! غیر سبیلِ مومنین کی اتباع کرنے والا مستحق وعید ہے تو غیر سبیلِ مومنین کی اتباع حرام ہوئی لہذا باطل ہوئی تو سبیلِ مومنین کی اتباع حق وصواب ہوئی۔

جب روافض کا قولِ ملکیت ومیراث سبیلِ مومنین کی مخالفت ہے تو ملکیت و میراث کے برخلاف جو قولِ صحابہ ہے ...... یعنی متروکۂ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا **صدقہ ہونا** ...... یہ **اجماعی** ہوا یعنی اجماعی باجماعِ صحابہ۔

اور یہ حضرتِ مولیٰ علی اور حضرتِ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی تسلیم ہوگیا تھا۔ چنانچہ حضرتِ علی و حضرتِ عباس کے حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس دوبارہ مقدمہ تقسیم کی ایک روایت کے بعد فرمایا

فقد بان بهذا الحديث | اس حدیثِ پاک سے ہمارا سابقہ ذکر کردہ وہ معنیٰ مقصود

ما ذکرنا من المعنی المطلوب انها ولایة ذلک المال علی تلک الحال لا میراث ولا ملک.

[التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید ۸/۱۶۳]

واضح ہوگیا کہ حضرتِ علی وحضرتِ عباس کا حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس دوبارہ مقدمہ یہ تھا کہ اراضیِ خیبر وفدک و صدقۂ مدینہ طیبہ کی تولیت وانتظام جیسا زمانۂ اقدس میں تھا ویسا ہی رکھنے کی شرط پر دوجگہ بانٹ کر ان کے ہاتھوں میں دے دیا جائے ، یہ نہیں کہ وہ اراضی میراث وملکیت کے طور پر تقسیم کرکے انہیں دے دی جائے۔

تو اموالِ متروکۂ حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میراث نہ ہونا بلکہ صدقہ ہونا حضرتِ علی مرتضیٰ اور حضرتِ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی تسلیم فرمالیا تھا۔

اور امام قاضی عیاض فرماتے ہیں

قوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : ((لا نُوْرَثُ ما ترکنا صدقةٌ)) حدیث مجتمع علی صحته و قبوله من اهل السنة.

[اکمال المعلم بفوائد مسلم للامام القاضی عیاض ، کتاب الجہاد ، ۶/۸۹]

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثِ پاک ((ہم میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے)) اس حدیثِ پاک کے **صحیح** ہونے اور **مقبول** و واجب العمل ہونے پر **اہلسنّت کا اجماع ہے۔**

اور فواتح میں فرمایا

(وكاحتجاج ابی بكر) الصديق رضی اللّٰه تعالیٰ عنه (بقوله عليه وآله واصحابه الصلوٰة والسلام ((انا معاشر الانبياء لا نورث ما تركنا صدقة)) حين سألت سيدة النساء فاطمة الزهراء رضی اللّٰه تعالیٰ عنها وعن اولادها الكرام ميراثها من تَرِكة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مما اَفاءَ اللّٰهُ عليه من خُمُس خيبر وفَدَك ، و على هذا ای **عدم توريث الانبياء انعقد الاجماع** بهذا الحديث ، واستمر العمل الى الآن ، لا ينكره الا شقی.

[فواتح الرحموت ۱/ ۲۴۹]

حضرتِ ابوبکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے ارشادِ اقدسِ حضور صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ((ہم میراث نہیں چھوڑتے جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے)) اسے دلیل میں پیش کیا جب سیدۃ النساء فاطمہ زہراء نے ...... اللہ پاک اُن سے اور اُن کی اولادِ پاک سے راضی ہو ...... رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُس چھوڑے ہوئے مال میں سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو براہِ فَیئ عطاء فرمایا یعنی خیبر کا خُمس [پانچواں حصہ] اور فَدک۔

اور اسی پر یعنی **انبیائے کرام** علیہم الصلوٰۃ والسلام کی **میراثِ مالی نہ ہونے پر** اس حدیثِ لانورث سے **اجماع** منعقد ہوا اور اب تک اس پر عمل چلا آیا اس کا کوئی انکار نہ کرے گا سوائے شقی بدبخت کے۔

یہ صاحبِ فواتح علامہ عبدالعلی فرنگی محلّی قُدِسَ سِرُّہٗ حمیتِ دینی سے سرشار وہ عالمِ دین ہیں جو طبع کی جولانیوں بحث ومباحثہ کی خامہ فرسائیوں سے دامن کشاں

اور روشِ اعتدال وانصاف پر نظر مرکوز رکھ کر ایسی بے مثل بحث وتنقیح وتحقیق فرماتے ہیں کہ امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ جیسے دقیقہ رس عالی نظر یکتائے عصر اُن کے مداح اور اُن کی روش کو اسوہ بنانے کے خواہاں ہیں فرماتے ہیں

__ " غرض اُس کی تعلیم [یعنی جو فلسفۂ طبعیات والٰہیات پڑھائے اُس کے پڑھانے] کا رنگ وہ ہو جو **حضرت بحر العلوم** قُدِّسَ سِرُّہ الشَّرِیف کی تصانیفِ شریفہ کا ہے "__

[فتاوی رضویہ نصفِ اول ۹/۸۳ ، مترجم ۲۳/۶۳۵]

نیز شیخ محقق نے وہ روایتِ بالائے بخاری جو شروع میں گذری اور اس واقعۂ طلبِ میراث سے متعلق دیگر روایاتِ صحاح پیش کرکے فرمایا

از ینجا ظاہر میشود کہ حدیث ﴿**لا نورث ما ترکناہ صدقۃ**﴾ وبودن اموالِ آنحضرت **مشترک میانانِ مسلمانان** ومصالحِ ایشان وتفویض امرِ آں بوالی **متفق علیہ** است میانِ صحابہ حتی علی

ان روایات سے ظاہر ہے کہ حدیثِ پاک ﴿**لا نورث** ماترکناہ صدقۃ : ہم میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے﴾ **صحابہ** کے مابین حتی کہ حضرتِ علی وحضرتِ عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے نزدیک **متفق علیہ** ہے ، اور جو مال بھی حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تھا بعدِ وصال **مسلمان** باہم اُس میں **شریک** ہیں اور وہ مال مسلمانوں کی فلاح وبہبود میں **مشترک** طور پر صرف ہوگا اور اس مال کا اختیار وانتظام والیِ مابعد کے سپرد ہوگا اس پر **صحابۂ**

وعباس مخصوص بابوبکر نیست۔ رضی اللّٰہ عنہم اجمعین۔

[اشعۃ اللمعات ۳/۴۸۰]

کرام حتی کہ حضراتِ علی وعباس کا بھی اتفاق ہے ، ایسا نہیں کہ حدیثِ بالا صرف حضرتِ ابوبکر نے سنی اور مالِ متروکہٗ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حکم تنہا حضرتِ ابوبکر کی رائے اور اُن کا اجتہاد ہو۔ اللہ تعالیٰ اُن سب حضرات سے راضی ہو۔

تمہید میں بھی فرمایا

لان ابا بکر لم ینفرد بالحدیث بل سمعه معه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم جماعة غیره.

[تمہید ۸/۱۷۷]

حدیثِ ''لا نورث'' کی روایت میں حضرتِ ابوبکر تنہا نہیں ہیں بلکہ آپ کے علاوہ ایک جماعتِ صحابہ نے اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

الغرض حضرت شیخ محقق نے بھی **حدیثِ لا نورث** کو اور اس سے **متروکہٗ حضورِ اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے **صدقہ** ہونے کو صحابۂ کرام کا **متفقہ** فرمایا۔

سیدہ فاطمہ کی طرف سے تسلیمِ اجماع

اور شرحِ مسلم میں امام نووی فرماتے ہیں

قال القاضی عیاض : **وفی ترک فاطمة** منازعة ابی

امام قاضی عیاض نے فرمایا حدیثِ لا نورث سے صدیقِ اکبر کے دلیل پیش فرمانے پر سیدہ فاطمہ

بکر بعد احتجاجه عليها بالحديث التسليم للاجماع على القضية، وانها لما بلغها الحديث وبين لها التاويل تركت رأيها، ثم لم يكن منها ولا من ذريتها بعد ذلك طلب ميراث.

[صحيح مسلم بشرح النووي ۷۳/۱۲، اكمال المعلم، للقاضي العياض، كتاب الجهاد، حكم الفئ ۸۱/۶]

کی طرف سے نزاع ترک فرمانے سے معلوم ہوا کہ **سیدہ فاطمہ نے اس مسئلہ پر اجماع تسلیم فرمالیا** [یعنی متروکۂ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ ہونے اور میراث نہ ہونے کے مسئلہ پر صحابۂ کرام نے جو اجماع کیا تھا اُسے تسلیم فرمالیا] اور حدیثِ لا نورث جب اُنہیں پہنچی اور اُس کا معنی اُن پر واضح کیا گیا تو اپنی رائے اپنی نظرِ اجتہاد ترک فرمادی اس کے بعد پھر نہ اُن کی طرف سے میراث کا مطالبہ ہوا نہ اُن کی اولادِ کرام کی طرف سے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تمہید امام ابنِ عبد البر میں ہے

قال اسماعيل بن اسحاق: الذى تنازعا فيه عند عمر ليس هو الميراث لانهم قد علموا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يورث. وانما تنازعا فى ولاية

اسماعیل بن اسحٰق کہتے ہیں: حضرتِ علی و حضرتِ عباس فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے پاس [فدک وخیبر و صدقۂ مدینہ کی زمین کی بابت] اپنا باہمی نزاعی مقدمہ جو لے گئے تھے وہ میراث کا نہ تھا کیونکہ وہ سب حضرات جان چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا

الـصـدقة وتـصـريـفهـا ، لان المـيـراث قـد انـقطع العلم به في حياة ابي بكر.

و اما **تسليم فاطمة** رضـى الله عـنهـا فحدثنا ...... عن ابى الـطفيل قال ارسلت فـاطـمة ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت ما لك يا خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم انت وَرِثْتَ رسول الـلّـه صـلى الله عليه وسلم ام اهـلـه ، قال لا بل اهله ، قالت فما بال سهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ، قال سمعت رسـول الله صـلى الـلّـه عليه وسلم يقول

((ان الـلّـه اذا اطعم نبيا طُعمة ثم قبـضــه جعلـه للذى يقوم

مال میراث نہیں ہوتا بلکہ وہ صدقہ ہے۔

نزاع اُن دوحضرات کا جوتھا وہ صرف یہ تھا کہ اُس صدقہ کا متولی ونگران کون رہے؟...... اوراُس صدقہ کی آمدنی کی تقسیم کا اختیار کس کے ہاتھ میں رہے؟...... کیونکہ ان اراضی کے میراث نہ ہونے کا علم ویقین تو حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ہو چکا تھا۔

رہا **سیدہ فاطمہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے قبول و**تسلیم** تو ...... ابوالطفیل راوی ہیں کہ سیدہ فاطمہ شاہزادیِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہا وسلم نے حضرتِ ابوبکر کے پاس کہلا بھیجا کہ اے جانشینِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم یہ کیا ماجرا ہے؟...... حضور کے وارث آپ ہیں؟...... یا حضور کے اہلِ بیت؟...... فرمایا میں نہیں بلکہ اہلِ بیت۔ بولیں پھر حضور کا وہ [متروکہ] حصہ کہاں ہے؟...... فرمایا میں نے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشادفرماتے سنا ہے کہ

بعده))

انا اَرُدُّه علی المسلمین ، فقالت انت وما سمعت من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم.

[تمهید ۸/۱۶۷]

((بیشک جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو کچھ رزق عطاء فرمائے پھر اُسے اپنے پاس بلالے تو وہ رزق اُس نبی کے جانشین کے ہاتھ میں کر دیتا ہے)) میں اُسے مسلمانوں پر صرف کرتا ہوں۔ بولیں تب آپ جو ارشاد آپ نے حضور سے سنا اُس کے ساتھ ہیں۔

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اس روایتِ ابو الطفیل کے لفظ واسناد پر اگرچہ کلام کیا ہے کہ

قلت فی لفظه غرابة ونکارة وفی اسناده من یتشیع.

[عمدة القاری ۱۵/۲۹]

اس روایت کے لفظ [لا بل اهله] میں نا مانوسیت ہے اور اسناد میں وہ راوی ہے جس میں تشیع ہے۔

تاہم اس روایت کے جملۂ اخیرہ کی تحسین کی ہے کہ

؎ رہا اُن کے کلام کا جواب تو اعتراضِ اول مع جواب تمہید میں یوں ہے

فان قیل ما معنی قول ابی بکر لفاطمة بل وَرِثَهُ اهله یعنی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وهو یقول لا نورث ما ترکنا صدقة ؟..... **قیل** معناه علی تصحیح الحدیثین انه لو

اعتراض:- جب رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ ﴿ہم میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے﴾ تو پھر حضرتِ صدیق نے سیدہ فاطمہ سے یہ کیوں کہا؟..... کہ میں نہیں بلکہ متروکۂ حضور کے وارث حضور کے اہل بیت ہوں گے۔

واحسن ما فيه قولها : انت وما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وهذا هو المظنون بها واللائق بامرها وسيادتها وعلمها و دينها. [عمدة القاری ۱۵/۲۹]

اس روایت میں سب سے اچھی بات سیدہ زہراء کا یہ فرمان ہے کہ ((آپ اپنے کانوں سے سنے ارشادِ اقدس کے ساتھ ہیں)) یہی سیدہ فاطمہ سے گمان بھی ہے اور یہی اُن کی شان اُن کی سیادت اُن کے علم اور اُن کی دینداری کے شایاں بھی ہے۔

علامہ عسقلانی نے اس روایتِ ابو الطفیل پر اس سے بڑھ کر کلام کیا ہے کہ روایت میں عجیب وغریب لفظ کی موجودگی کے علاوہ فانت وماسمعت الخ سے تسلیم بھی نہیں مانی۔ تو کیا خاتونِ جنت کی طرف سے ...... حکمِ صدقہ متفقۂ صحابہ ...... کی تسلیم ہی نہیں مانی؟..... نہیں، تسلیم تو مانی ہے۔ حدیثِ ابو الطفیل سے نہیں مانی ہے۔ البتہ حدیثِ شعبی روایت کردۂ بیہقی سے مانی ہے کہ

نعم روى البيهقي من طريق | ہاں امام بیہقی بطریقِ شعبی راوی ہیں کہ

→ تخلف رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا يُوَرَّث، وان كان لم يتخلف شيئا يورث، لان ما تخلفه صدقة، راجعة فى منافع المسلمين.

[تمهيد ۸/۱۶۸]

جواب:- فرمانِ صدیقِ اکبر کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر وراثت کے قابل کوئی چیز چھوڑ جائیں تو ضرور حضور کے اہلِ بیت اُس کے وارث ہوں گے۔ اور اگر قابلِ وراثت کوئی چیز نہ چھوڑیں اس لیے کہ جو کچھ حضور نے چھوڑا وہ صدقہ ہے تو وہ مسلمانوں کے فائدے میں صرف ہوگا۔

الشعبی ان ابابکر عاد فاطمة فقال لها علی: هذا ابو بکر یستأذن علیک. قالت : اتحب ان آذن له؟ قال نعم. فاذِنت له فدخل علیها فتَرَضَّاها حتی رَضِیَتْ.

[فتح الباری ۷/۶۲۴]

حضرتِ ابوبکر سیدہ فاطمہ کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ حضرتِ علی نے فرمایا فاطمہ! ابوبکر تم سے آنے کے لیے اجازت مانگ رہے ہیں۔ بولیں کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اُنہیں اجازت دے دوں؟...... فرمایا ہاں۔ اجازت دے دیں۔ حضرتِ ابوبکر تشریف لائے تو سیدہ فاطمہ کو بحسن وخوبی راضی کرنے لگے یہاں تک کہ وہ راضی ہوگئیں۔ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم اجمعین.

علامہ عسقلانی نے فرمایا

وھو ان کان مرسلا فاسناده الی الشعبی صحیح ، وبه یزول الاشکال فی جواز تمادی فاطمة علیها السلام علی هجر ابی بکر.

یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے تاہم شعبی تک اس کی اسناد صحیح ہے۔ اور اسی سے وہ اشکال زائل ہے کہ سیدہ فاطمہ نے حضرتِ صدیقِ اکبر سے ہجران برقرار کیسے رکھا؟...... اس کا کیا جواز ہے؟......

زائل یوں ہے کہ ہجران برقرار کہاں رکھا وہ تو حضرتِ صدیقِ اکبر سے راضی ہوگئی تھیں تو اشکال کہاں رہا؟...... یعنی ہجران جو کبھی بلا قصد براہِ زَلّت ہوگیا تھا اُسے بھی سیدہ زہراء نے ختم فرمادیا تھا۔ اللّٰہ اُن سے راضی ہو اور ہم پر اُن کے صدقے رحم فرمائے۔

علامہ عینی نے اس سے بڑھ کر حدیثِ شعبی کی تائید کی کہ

وھذا قوی جید والظاھر ان الشعبی سمعه من علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه او ممن سمعه من علی.

[عمدة القاری ۱۵/ ۲۸]

یہ قوی اور عمدہ روایت ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ شعبی نے خود مولائے کائنات سے یہ سنا یا جس نے سنا تھا اُس سے سنا۔ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه.

اور روایت یوں بیان کی ہے

روی البیھقی عن الشعبی قال لما مرضت فاطمة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا اتاھا ابو بکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه فاستأذن علیھا فقال علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه: یا فاطمة ھذا ابو بکر یستأذن علیک. فقالت: اتحب ان آذن له؟ قال نعم. فاذنت له فدخل علیھا یترضاھا فقال: واللّٰہ ما ترکت الدار والمال والاھل والعشیرة الا ابتغاء مرضاة

بیہقی شعبی سے راوی۔ شعبی کہتے ہیں سیدہ فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا جب بیمار ہوئیں حضرتِ ابوبکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه تشریف لائے اجازت مانگی۔ حضرتِ علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه نے فرمایا فاطمہ! یہ ابوبکر ہیں تمہارے پاس آنے کی اجازت چاہتے ہیں بولیں آپ کی کیا مرضی ہے اجازت دے دوں؟...... فرمایا ہاں۔ اجازت دے دیتی ہیں حضرتِ ابوبکر گھر میں تشریف لائے سیدہ فاطمہ کو بحسن وخوبی راضی کرنے لگے فرمایا خدا کی قسم میں نے اپنا گھر مال اپنے اہل وعیال کنبہ نہیں چھوڑا مگر اللہ کی رضا اُس کے رسول کی رضا اور اے اہلِ

الله و مرضاة رسوله و مرضاتکم اهل البیت ثم ترَضاها حتی رضِیت.

[عمدة القاری ۱۵/۴۸]

بیتِ نبوت آپ حضرات کی رضا حاصل کرنے کے لیے۔ پھر اچھی طرح راضی کیا یہاں تک کہ خاتونِ جنّت راضی ہوگئیں۔ اللہ پاک ان سب پر بارانِ رضوان فرمائے۔

یہی حضرت شیخ محقق عبدالحق محدِّث دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی وسیع وعمیق نظر میں اُس اشکالِ ناراضگی کا جواب ہے جو اشعة اللمعات اور مدارج سے گذرا کہ

میگویند کہ ایں رنجیدن بحکمِ طبیعت بود ، اما دوام واستمرارِ آن غرابت ست۔

[مدارج النبوة ۲/۵۷۳]

کہتے ہیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ناراضگی وہ بشری تقاضے سے ایک طبعی بات تھی۔ لیکن اس ناراضگی کا برقرار رہنا یہ پھر اشکال ہے۔

اس کے بعد ہی حضرت شیخ نے فرمایا ہے

وبہ تحقیق ثابت شدہ است رضائے فاطمہ از ابوبکر صدیق در مرض موتش ، روایت کردہ است بیہقی از شعبی الخ

[مدارج النبوة ۲/۵۷۳]

تحقیق کے ساتھ ثابت ہو چکا کہ آخر وقت میں سیدہ فاطمہ حضرتِ صدیق سے راضی ہو گئی تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما. چنانچہ بیہقی نے شعبی سے روایت کی ہے الخ

وہی روایتِ بالا بیان فرمائی اور اس کے علاوہ بھی دو مزید روایتیں بیان فرمائیں۔

اور ان روایاتِ ثابتہ صادقہ سے اشکالِ بالا کا جواب یوں ہے کہ سیدہ خاتونِ جنّت جب حضرتِ صدیقِ اکبر سے راضی ہوگئیں تو ناراضگی ورنجیدگی نہ رہی۔ بلکہ وہ

طبعی ہجران ودوری بھی جاتی رہی۔

مطالبۂ میراث کی بنیاد

خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کا مطالبۂ میراث کرنا تو روایتِ صحاح میں وارد ہے۔ مگراس مطالبہ کے لیے اُن کی نظر میں کیا تھا؟...... اس بارے میں اُن کا کوئی فرمان روایت میں نظر میں نہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ مطالبہ وہ یونہی فرمائیں گی کہ اُسے جائز وحق وصحیح سمجھیں گی۔

اب جوازِ مطالبہ کی دووجہیں ہوسکتی ہیں۔ اول:- **استدلال بالعموم**، یعنی آیت وحدیثِ میراث کے عموم سے استدلال۔ دوم:- **اجتہاد**، یعنی حدیثِ لا نورث میں تخصیص کی تاویل۔

استدلال بالعموم

عمدۃ القاری میں ہے

وقیل ان طلبها لذلک کان قبل ان تسمع الحدیث الذی دل علی خصوصیة سیدنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بذلک وکانت متمسکة بآیة الوصیة ﴿وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط﴾

کہا گیا سیدہ فاطمہ نے مطالبۂ میراث پہلے کیا تھا جب وہ حدیث نہ سنی تھیں جو میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس خصوصیت پر دلیل ہے کہ حضور کا چھوڑا ہوا مال میراث نہیں، اوراُس وقت مطالبۂ میراث میں سیدہ فاطمہ کا استنادو استدلال

[پ ۴ آیت ۱۱ النساء]

اس آیتِ وصیت سے تھا

[عمدۃ القاری ، کتاب الخمس ۱۵/ ۲۷]

﴿اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا حصہ﴾

اس وجہ یعنی استدلال بالعموم کو خود سیدہ فاطمہ کے وہ کلمات بتاتے ہیں جو روایات میں وارد ہیں۔ جیسے روایتِ ابو الطفیل میں یہ کلمات جو حضرتِ صدیقِ اکبر سے فرمائے کہ

انت وَرِثتَ رسول الله صلى الله عليه وسلم ام اهله. [تمہید ۱/ ۱۶۷]

حضور کے وارث آپ ہیں؟...... یا حضور کے اہلِ بیت؟......

یونہی ترمذی میں روایتِ حضرتِ ابو ہریرہ میں یہ کلمات کہ

من يرثك؟ قال اهلی و وُلدی. قالت فما لی لا ارث ابی؟ فقال ابو بكر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ﴿لا نُورَثُ﴾ ولكني اَعُول من كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يَعُوله واُنفقُ على من كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينفق عليه.

[ترمذی شریف ، ابواب السیر ۱/ ۲۹۰]

آپ انتقال کریں گے تو کون آپ کا وارث ہوگا؟...... حضرتِ ابو بکر نے فرمایا میرے اہل و عیال۔ بولیں پھر میں کیوں نہیں اپنے والدِ کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وارث ہوں گی؟...... فرمایا میں نے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ﴿ہم میراث نہیں چھوڑتے﴾ لیکن میں خبر گیری و کفایتِ معاش کرتا ہوں جس کی میرے آقا خبر گیری کرتے اور کفایتِ معاش فرماتے تھے ،

اشعة اللمعات ، كتاب الجهاد ، باب الفیٔ ۳/۴۸۰]

اور خرچ کرتا ہوں جس پر میرے آقا خرچ فرماتے تھے۔

یونہی تمهيد [۸/۱۶۸] میں روایتِ امِ ہانی میں ہے

ان فاطمة قالت لابی بکر : من یـرثک اذا مِتَّ؟ قال : وُلْدی و اهلی. فقالت: مالک ترِث النبی صلی الله علیه وسلم دوننا؟ فقال : یا بنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما ورِثت اباک دینارا و لا درهما ولا ذهبا ولا فضة. فقالت: بلی سهم الله الذی جعله لنا وصفایا النبی علیه السلام فدک و غیرها بیدک. فقال ابو بکر سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول

﴿ انما هی طُعْمَةٌ

سیدہ فاطمہ نے صدیقِ اکبر سے کہا جب آپ انتقال کریں گے تو کون آپ کا وارث ہوگا؟...... فرمایا میرے اہل وعیال۔ بولیں پھر آپ ہمیں چھوڑ کر کیسے نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وارث بن رہے ہیں؟...... فرمایا اے رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی شاہزادی میں آپ کے والدِ کریم کے درہم و دینار اور سونے چاندی کا وارث نہیں بنا ہوں۔ بولیں کیوں نہیں اللہ نے جو حصہ ہمارے لیے کیا اور نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص ملکیت فدک وغیرہ آپ کے قبضہ میں ہے۔ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ

﴿ یہ سب ذریعۂ رزق ہیں جو اللہ نے مجھے

اطعمنيها الله فاذا مِتُّ كانت بيد المسلمين﴾	عطاء فرمایا تو جب میں وصال فرما جاؤں یہ سب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوگا﴾

یعنی آیتِ میراث میں جو حکم ہے کہ

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط [پ ۴ آیت ۱۱ النساء]	اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا حصہ۔ [کنز الایمان]

اسے سیدہ فاطمہ نے عام سمجھا جبھی تو اولادِ صدیقِ اکبر کی طرح اپنے وارث ہونے اور میراث پانے کا مطالبہ فرمایا۔

یہی محقق علامہ بحر العلوم قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا۔ مسلم الثبوت میں تھا

يجوز العمل بالعام قبل البحث عن المخصِّص.	عام پر عمل قبلِ تلاشِ مخصِّص جائز ہے۔

اس کی شرح میں فرمایا

(يجوز العمل بالعام قبل البحث عن المخصص) واستقصاء تفتيشه عندنا ...... وكذاسيدة النساء فاطمة الزهراء رضى الله عنها تمسكت بما ظنته عاما فى الميراث مع عدم البحث	یہ تلاش ...... کہ کوئی ایسی نص نہیں جو اس عام کی تخصیص کو بتاتی ہو ...... یعنی اس کی پوری تفتیش اور چھان بین کرنے سے پہلے [بھی] عام [کو اس کے معنی عموم] پر [محمول کر کے] عمل کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے۔ دیکھو! سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آیتِ میراث کو امت اور نبیِ امت

والسؤال عن المخصص ثم ظهر المخصص ظهور الشمس على نصف النهار ...... قد خفي على سيدة النساء رضى الله عنها المخصص القطعي لِما ظنته عاما وعمِلت قبل البحث عنه. مختصراً

[فواتح الرحموت ۱/۲۵۴ ، ۲۵۵]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب کے لیے عام سمجھا تھا اور اُس کا مُخَصِّص پوچھے اور تلاش کیے بغیر اُس عام سے استدلال کیا ، پھر مُخَصِّص دن دوپہر کے سورج کی طرح ظاہر ہوا۔

اُنہوں نے جسے عام سمجھا تھا اُس کا مُخَصِّص قطعی اُن کے علم سے ضرور مخفی تھا اور اس کی تفتیش سے پہلے اُنہوں نے [عام پر] عمل کیا۔ [اس سے معلوم ہوا عام پر قبلِ تفتیشِ مخصص عمل کرنا جائز ہے]

اور یہ اجتہاد نہیں۔ ''اجتناب العمال عن فتاوى الجهال'' تالیف حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا خان خلف امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّهُمَا میں ہے

—'' اطلاق وعموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص۔ كما بينه خاتم المحققين سيدنا الجد قُدِّسَ سِرُّهُ الْاَمْجد فی کتابه المستطاب ''اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد''۔ ''—

[فتاوی رضویه ۳/۴۹۳ ، مترجم ۷/۴۹۶]

جب **عموم سے استدلال** قیاس نہیں ، مجتہد سے خاص نہیں ، اور قبلِ تفتیشِ مُخَصِّص شرعاً جائز ہے **تو اس میں خطائے اجتہادی کا کیا سوال؟**...... اگرچہ بعد کو مُخَصِّص ظاہر ہو۔

جیسے جو مال ہم نے خریدا ظاہراً وہ اُس کی ملکیت تھا جس سے ہم نے خریدا اور اس سے زیادہ کوئی چھان بین ہم نے نہ کی تو ہمارا خریدنا جائز ہے اگرچہ بعد کو کھلے کہ وہ مال اُس کی ملکیت نہ تھا بلکہ غصب وسرقہ سے اُس نے حاصل کیا تھا۔

ہاں معلوم ہو جانے کے بعد اُس مال کا استعمال حرام ہے

اور اُسے مالک کو سونپنا یا تصدق کرنا ضروری ہے۔

مسئلۂ دائرہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مُخصِص ظاہر ہونے پر رجوع فرمانا اور مُخصِص یعنی **حدیثِ عدمِ توریثِ نبی** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر صحابۂ کرام کے **اتفاق** و **اجماع** کو **تسلیم فرمانا** ثابت ہے۔

جیسا کہ روایتِ ابو الطفیل میں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرتِ صدیقِ اکبر سے حدیثِ عدمِ توریث سن کر فرمایا

انت وما سمعت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم.

[تمہید ۸/ ۱۶۷]

آپ اُس ارشاد کے ساتھ ہیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔

اس سے امام ابنِ عبد البر نے سیدہ فاطمہ کی طرف سے عدمِ توریث کو تسلیم فرمانا مانا۔ چنانچہ فرمایا

واما تسلیم فاطمة رضی اللّٰہ عنہا فَحَدَّثنا ...... عن ابی الطفیل الخ

یہ روایت ابھی پہلے گذری۔

یونہی علامہ بدرالدین محمود عینی نے بھی ...... اس روایت پر کلام کے باوجود ......

فرمانِ بالائے خاتونِ جنت کی تحسین کی اور تسلیم کے گمان کا اظہار کیا کہ

واحسن ما فیه قولها : انت وما سمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم.

وهذا هو المظنون بها واللائق بامرها وسیادتها وعلمها و دینها. [عمدۃ القاری ۱۵/۲۹]

اس روایت میں سب سے اچھی بات سیدہ زہراء کا یہ فرمان ہے کہ ((آپ اپنے کانوں سے سنے ارشادِ اقدس کے ساتھ ہیں)) یہی سیدہ فاطمہ سے گمان بھی ہے اور یہی اُن کی شان اُن کی سیادت اُن کے علم اور اُن کی دینداری کے شایاں بھی ہے۔

نیز حدیثِ شعبی روایتِ امام بیہقی سے تسلیم مانی ہے فرمایا

وهذا قوی جید والظاهر ان الشعبی سمعه من علی رضی الله تعالیٰ عنه او ممن سمعه من علی.

[عمدۃ القاری ۱۵/ ۲۸]

یہ قوی اور عمدہ روایت ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ شعبی نے خود مولائے کائنات سے یہ سنا یا جس نے سنا تھا اُس سے سنا۔ رضی الله تعالیٰ عنه.

اور علامہ عسقلانی نے بھی حدیثِ شعبی روایتِ امام بیہقی سے تسلیم کا استظہار کیا کہ

وهو ان کان مرسلا فاسناده الی الشعبی صحیح وبه یزول الاشکال فی جواز تمادی فاطمة علیها السلام علی هجر ابی بکر.

[فتح الباری ۷/۲۶۴]

یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے تاہم شعبی تک اس کی اسناد صحیح ہے۔ اور اسی سے وہ اشکال زائل ہے کہ سیدہ فاطمہ نے حضرتِ صدیقِ اکبر سے ہجران برقرار کیسے رکھا؟..... اس کا کیا جواز ہے؟.....

یونہی حضرت شیخ محقق محدث دہلوی نے بھی حدیثِ شعبی نیز اسی معنی کی دو اور روایات سے تسلیمِ سیدہ فاطمہ مانی ہے۔ کیونکہ اشکال جو پیش کیا اس میں یہ بھی ہے کہ

واگر فرض کردہ شود کہ ایں حدیث بفاطمہ نرسیدہ بود پس بعد از رسیدن وشنیدن چرا قبول نہ کرد۔ [مدارج النبوۃ ۵۷۲/۲]

اگر مان لیں کہ یہ حدیث سیدہ فاطمہ کو نہ پہنچی تھی تو پہنچنے اور سننے کے بعد قبول کیوں نہ کیا؟.....

پھر اس پورے اشکال کے بعد علامہ کرمانی کا جزئی جواب نقل کر کے خود یہ فرمایا ہے

وبہ تحقیق ثابت شدہ است رضائے فاطمہ از ابوبکر صدیق در مرض موتش۔ روایت کردہ است بیہقی از شعبی الخ [مدارج النبوۃ ۵۷۳/۲]

تحقیق کے ساتھ ثابت ہو چکا کہ آخر وقت میں سیدہ فاطمہ حضرتِ صدیق سے راضی ہو گئی تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیہقی شعبی سے روایت کرتے ہیں الخ

وہی روایت پیش فرمائی جو پہلے گذری۔ پھر ریاض النضرۃ سے دو اور روایات اسی معنی کی پیش فرمائیں۔ تو رنجیدگی وہجران و عدمِ قبول سب کا جواب حدیثِ شعبی اور روایاتِ ریاض النضرۃ سے مانا۔ **توسیدہ فاطمہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے **عدمِ توریث** پر **اتفاق** و **اجماعِ صحابہ تسلیم** فرمانا بھی مانا۔

اجتهاد و تاویل

مطالبۂ میراث کی دوسری وجہ **یہ ہوسکتی ہے** کہ **ممکن** کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نظر میں حدیثِ عدمِ توریث کی کوئی تاویل وتخصیص ہو۔

تو کیا عدمِ توریث کی حدیثِ لا نورث وغیرہ کی سیدہ بتولِ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نظر میں کوئی تاویل تھی؟......

اس بارے میں خود سیدہ فاطمہ کے **ایسے کلمات روایات میں نظر میں نہیں**، جو اجتہاد وتاویل کو بتائیں۔ جیسا استدلال بالعموم کو بتانے والے کلمات تھے۔ تو اجتہاد وتاویل **محض ایک احتمال** ہے۔ اور حضرت شیخ محدثِ دہلوی اور علامہ بحر العلوم قُدِّسَ سِرُّهُمَا جیسے بلند پایہ محققین **اجتہاد وتاویل کی توجیہ لائے ہی نہیں ہیں۔**

بہرحال تاویل کی توجیہ امام قاضی عیاض نے کچھ لوگوں سے نقل کی ہے جسے امام نووی نے انہی کے حوالہ سے شرحِ مسلم میں بیان کیا کہ

قال القاضی عیاض: وقد تأول قوم طلب فاطمة رضی اللہ عنها میراثها من ابیها، علی انها تأولت الحدیث، ان کان بلغها قوله صلی اللہ علیه وسلم "لا نورث" علی الاموال التی

قاضی عیاض فرماتے ہیں کچھ لوگوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مطالبۂ میراث بجانبِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ توجیہ کی کہ حدیثِ پاک لا نورث اگر اُنہیں پہنچ چکی

لها بـال ، فهي التي لا تورث ، لا ما يترُكون من طعام و أثاث و سلاح.

[شرح مسلم للنووی ۱۲/۷۳ ، اکمال المعلم للامام القاضی عیاض ۶/۸۰ ، ۸۱]

تھی تو اُن کی نظر میں اس حدیثِ پاک میں تاویلِ تخصیص تھی یعنی جو مال اہمیت رکھتے ہیں اُن میں میراث نہیں ، نہ کہ کھانا اورگھریلوسازوسامان اور ہتھیار۔

پھر فرمایا

وهذا التاويل خلاف ما ذهب اليه ابو بكر و عمر و سائر الصحابة رضي الله عنهم.

[شرح مسلم للامام النووی ۱۲/۷۳]

حدیثِ پاک ''لا نورث'' کی یہ تاویل اُس معنیٰ عموم کے خلاف ہے جو حضرتِ ابوبکر حضرتِ عمر اورتمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے مانا کہ حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جوکچھ مال چھوڑا سب کو لا نورث عام وشامل ہے یعنی کسی مال میں میراث نہیں۔

علامہ بدر الدین محمود عینی نے یہ کچھ لوگوں کی پیش کردہ تاویلِ تخصیص بحوالہ امام قاضی عیاض نقل کرکے خود امام قاضی عیاض کا اس پر رد نقل فرمایا کہ

قال : وهذا التاويل يَرُدّه قوله : مما افاءَ الله عليه وقوله : مما ترك من خيبر و فدك و صدقته بالمدينة.

[عمدۃ القاری ، کتاب الخمس ۱۵/۲۷]

قاضی عیاض نے فرمایا اس تاویل کو سیدہ فاطمہ کے کلمات رد کررہے ہیں وہ فرمارہی ہیں ((جو مال اللہ نے اپنے محبوب کو براہِ فیئ عطاء فرمایا)) اور فرمارہی ہیں ((یعنی خیبر فدک اور مدینۂ طیبہ کا صدقہ))

یعنی یہ سب زمینیں معمولی مال نہیں ہیں بلکہ یہ اہمیت والے مال ہیں انہی میں وہ میراث کا مطالبہ فرما رہی ہیں تو انہیں قابلِ میراث سمجھ رہی ہیں۔ لہذا لا نُورَث میں یہ تاویل کہ ...... اہمیت والے مالوں میں میراث نہیں ...... کیسے اُن کی مراد ہوگی؟......

ان کے علاوہ اجتہاد وتاویل کی توجیہ کو پیش کیا ہے علامہ کرمانی نے کہ

واما غَضَبُ فاطمة فهو امر قد حصَل علی مقتضَی البشرية ، وسكن بعد ذلک ،

رہا سیدہ فاطمہ کا غضب تو وہ بتقاضائے بشری تھا بعد میں جاتا رہا۔

او الحديث كان مؤولا عندهم بما فضَل عن معاش الوَرَثة وضَروراتهم و نحوها.

یا حدیثِ ''لا نورث'' اُن کے نزدیک مؤول تھی اور اُن کی نظر میں اس حدیثِ پاک کا یہ معنٰی تھا کہ ...... ورثہ کی ضرورتِ معاش وغیرہ سے جو فاضل ہو وہ میراث نہیں ، صدقہ ہے۔

واما هِجُرانها فمعناه انقباضها عن لقائه وعدم الانبساط ، لا الهجران المحرم من ترک السلام ونحوه. [البخاری بشرح الکرمانی کتاب الجهاد والسیر ۱۳/۷۵ ، کتاب بدء الخلق ۱۶/۱۱۲ ، کتاب الفرائض ۲۳/۱۵۵]

اور اُن کا ہجران وہ نہیں تھا جو حرام ہے کہ ملاقات کی نوبت آئے اور پھر نہ ملیں نہ سلام کریں ، نہیں بلکہ اندر سے ملاقات کی امنگ نہ پائی اس لیے ملنے کا قصد نہ کیا۔

حضرت شیخ محقق نے علامہ کرمانی سے اشکال کا جواب تو نقل فرمایا ہے مگر

صرف اول اور آخر ، یہ تاویل کی بات جو بیچ میں تھی اسے مدارج النبوة اور اشعة اللمعات کسی میں بھی پیش نہ کیا جس سے ظاہر یہ ہے کہ یہ توجیہ حضرت شیخ کو مقبول نہ تھی۔

تاہم یہ تاویل اس تاویلِ گذشتہ کی طرح معرضِ رد میں نہیں۔ اس کے باوجود یہ وہ احتمال ہے کہ روایات میں جو کلماتِ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نظر میں ہیں اس احتمال پر دلیل نہیں ہیں۔ **نرا احتمال** ہے۔

اس احتمال پر کہتے ہیں کہ

بالفرض اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نظر میں یہ تاویل تھی ، یعنی لا نورث وغیرہ عدمِ توریث کی احادیث جن سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے معنیٔ عموم پر اجماع کیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو بھی مال چھوڑ جائیں کسی میں میراث نہیں ، بلکہ وہ سب صدقہ ہے ، عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے ہے۔

اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی نظرِ اجتہاد سے

ان احادیث میں تخصیص جانی

اگر بالفرض ایسا ہوا ہو تو اجتہادِ سیدہ فاطمہ باقی تمام صحابہ کے اجتہاد کے خلاف واقع ہوا اور

—— ”خلافِ متفرد اجماع میں قادح نہیں“ —— [حاشیہ فتاوی رضویہ ۵/۳۲۵]

تو اُن کے خلاف اجتہاد کے باوجود اجماعِ صحابہ منعقد ہوگیا۔

اور اجماع کے لیے حق وصواب ہونے کی بشارت ہے

لا تجتمع امتی علی الضلالة.

میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی۔

[ابنِ ماجه ابواب الفتن ص۲۹۱، ترمذی ابواب الفتن ۲/۳۹]

[فتاوی رضویه ۱۲/۲۳، مترجم ۲۶/۵۰۹]

تو اس احتمالی صورت پر نظرِ اجتہادیِ سیدہ فاطمہ ...... یعنی احادیثِ عدمِ توریث میں تاویلِ تخصیص کی نظر ...... خطائے اجتہادی تھی۔ اور **یہ اگر ہوئی ہو** تو یہ نہ **گناہ** ہے اور نہ اہلِ بیت پر شرعاً محال۔ خطائے اجتہادی وہ ہم اہلسنّت کے نزدیک جیسے دیگر مجتہدین سے ہوسکتی ہے اہلِ بیت سے بھی ہوسکتی ہے۔

توضیح میں ہے

قولـه علـيـه السلام: ان اصبت فلك عشر حسنات وان اخطأت فلك حسنة.

وفـي حـديـث آخـر: جـعـل للمصيب اجرين وللمخطي واحد.

[توضیح تلویح باب الاجتهاد ص۵۹۹]

حدیثِ پاک میں ارشاد ہوا

اگر تو نے صواب کو پالیا تو تیرے لیے دس نیکیاں ہیں اور خطاء کرگیا تو ایک نیکی ہے۔

دوسری حدیثِ پاک میں ارشاد ہوا کہ صواب پالینے والے کو دو اجر ہیں، اور خطاء کرجانے والے کو ایک اجر۔

مسلّم الثبوت میں فرمایا

فـمـن اصـابـه فله اجران، ومن

جس نے حکمِ الٰہی کو پالیا اُس کے لیے دو

اخطأه فله اجر.

[فواتح الرحموت ۲/ ۴۱۷]

اجر ہیں اور جس سے خطاء ہوئی اُس کے لیے ایک اجر۔

تواتر عن الصحابة والتابعين من انهم كانوا مجتهدين و يُفتون خلاف ما افتى به اهل البيت، ولم يُنكر ولم يَعبْ احد على احد.

بل لم يُخطِئ احد من مخالفة اهل البيت فى الحكم، ولم يقل احد بفساد اجتهاد من قال بخلافه.

وهذا يفيد علما ضروريا بان كل واحد من الائمة بل المقلدين اياهم ايضاً من الصحابة ومن بعدهم كانوا عالمين بعدم العصمة عن الخطأ الاجتهادى.

صحابہ وتابعین سے بہ تواتر منقول ہے کہ وہ حضرات مجتہدین تھے اور اُن کا فتوی اہلِ بیت کے فتوی سے مختلف ہوتا اور اس پر حضراتِ صحابہ وتابعین واہلِ بیت میں سے کسی نے کسی کا رد نہ کیا نہ کسی کو قصوروار ٹھہرایا۔

بلکہ اہلِ بیت کے فتوی سے اختلاف کرنے پر کسی نے اختلاف کرنے والے کو خطاء پر بھی نہ کہا اور نہ یہ کہا کہ جس کا اجتہاد اہلِ بیت کے اجتہاد کے خلاف ہو وہ فاسد ہے۔

اس سے بہ بداہتِ دینی ثابت ہے کہ ائمہ یعنی مجتہدین صحابہ وتابعین وتبع تابعین حتی کہ ان کے مقلد صحابہ وتابعین وتبع تابعین جانتے تھے کہ اہلِ بیت

ویفید ایضاً علما ضروریا بان اهل البیت ایضاً کانوا عالمین بعدم عصمة انفسهم من هذا الخطأ الاجتهادی.

الم تر کیف رد ابن مسعود قول امیر المؤمنین علی فی عدة الحامل المتوفی عنها زوجها وقال نزلت سورة النساء القصری

﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ﴾

[پ۲۸ آیت ۴ الطلاق]

بعد قوله تعالیٰ

﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ﴾ [پ ۲ آیت ۲۳۴ البقرة] الی آخر الآیة

وکیف رد عبیدة قوله فی بیع امهات الاولاد.

وکیف رد شریح قوله بقبول شهادة الابن.

خطائے اجتہادی سے معصوم نہیں۔

نیز یہ بھی بہ بداہتِ دینی ثابت کہ اہلِ بیت خود بھی اپنے آپ کو خطائے اجتہادی سے معصوم نہیں جانتے تھے۔

دیکھو! حضرتِ ابنِ مسعود نے وفات یافتہ شوہر کی بیوی کی عدت کے بارے میں امیر المؤمنین مولائے کائنات کا قول نہ مانا اور کہا کہ سورۂ طلاق کی آیت ۴

[جس میں حمل والی عورتوں کی عدت وضعِ حمل ارشاد ہوئی]

سورۂ بقرہ کی آیت ۲۳۴ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

[جس میں وفات یافتہ شوہر کی بیوہ کی عدت چار مہینہ دس دن ارشاد ہوئی]

اور حضرتِ عبیدہ نے امِ ولد باندی کی بیع کے بارے میں مولائے کائنات کا قول نہ مانا۔

اور قاضی شریح نے مولائے کائنات کا

الی غیر ذلک من الوقائع التی لا تُحصیٰ.

ولم ینکر امیر المؤمنین علی علیھم.

فقد بان لک ان الاجماع القطعی الداخل فیه اھل البیت حاکم بان لا عصمة فی اھل البیت بمعنی عدم جواز الخطأ الاجتھادی منھم.

[فواتح الرحموت ۲/۷۹]

بیٹے کی گواہی مقبول ہونے کا قول نہ ماننا۔

اس کے علاوہ بے شمار واقعات ہیں۔

اور پھر امیر المؤمنین مولیٰ علی کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالیٰ وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے ان نہ ماننے والے حضرات کا کچھ رد نہیں کیا۔

اس سے واضح ہے کہ حضراتِ صحابہ اور اہلِ بیت سب کا اجماعِ قطعی ہے کہ اہلِ بیت خطائے اجتہادی سے معصوم نہیں۔

رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم اجمعین.

عصمتِ اجتہادی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والثناء

—" عصمت نوعِ بشر میں خاصۂ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء ہے "—

[شمول الاسلام ، فتاوی مترجم ۳۰/۲۷۶]

یابی اللّٰہ العصمۃ الا لکلامہ وکلام رسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم

[فتاوی رضویہ ۴/۴۴۴ ، مترجم ۱۰/۱۹۳]

اللہ نے عصمت نہ مانی مگر اپنے کلام کے لیے اور اپنے رسول کے کلام کے لیے۔

مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت میں فرمایا

(لا ینعقد) الاجماع (باھل البیت وحدھم) لانھم بعض الامۃ ، والعصمۃ مختصۃ باجماع کل الامۃ (خلافا للشیعۃ لادعائھم العصمۃ) فیھم وحدھم ، ولذا لا یعتبرون اجماع غیرھم.

ولا بأس بنا ان نذکر نَبْذًا منہ لظھور ھذہ الفرقۃ ،

تنہا اہلِ بیت سے اجماع کا انعقاد نہیں ہوگا کیونکہ وہ بعض امت ہیں اور عصمت [یعنی گناہ وخطاء سے محفوظی جو حدیث لا تجتمع امتی علی الضلالۃ میں ارشاد ہوئی وہ] خاص پوری امت کے اجماع کے لیے ہے۔

روافض اس مسئلہ میں مخالف ہیں وہ صرف اہلِ بیت کے لیے عصمت کے مدعی ہیں اور اسی لیے غیر اہلِ بیت کا اجماع نہیں مانتے ہیں۔

یہ فرقۂ روافض پیدا ہو چکا ہے لہذا مناسب ہے کہ اس مسئلے سے متعلق ہم کچھ بیان کر دیں

لئلا یقع احد فی تلبیس و ضلالة.

فاعلم ان العصمة قد تطلق علی الاجتناب عن الکبائر و الاخلاق الباطلة الذمیمة، ولا شک فی عصمتهم بهذا المعنی، ولا یرتاب فیها الا السفیه خالع رقبة الاسلام عن عنقه.

وقد تطلق علی اجتناب الصغائر مع ذلک الاجتناب ونرجوا ان یکونوا معصومین بهذه العصمة.

وایضا قد تطلق علی عدم صدور ذنب لا عمدا ولا سهوا ولا خطأ ومع ذلک عدم الوقوع فی خطأ اجتهادی فی حکم شرعی.

تاکہ کوئی مسلمان سنّی بہکاوے میں نہ آئے اور گمراہی میں نہ پڑے۔

چنانچہ سنو! عصمت کبھی کبائر اور باطل و بری خصلتوں سے اجتناب کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ اس معنی کی عصمت اہلِ بیت میں بیشک ہے۔ اس میں کوئی بیوقوف ہی جس نے اسلام کا بندھن اپنے گلے سے اتار دیا ہو شک کرے گا۔

اور کبھی اس معنی میں بولا جاتا ہے کہ کبائر کے ساتھ ساتھ صغائر سے بھی اجتناب ہو۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ اس معنی کی عصمت بھی اہلِ بیت کے لیے ہے۔

اور کبھی عصمت اس معنی میں بولا جاتا ہے کہ گناہ عمداً سہواً خطاءً کسی طرح نہ ہو اور ساتھ ہی کسی حکمِ شرعی میں خطائے اجتہادی بھی نہ ہو۔

یہ معنی وہ ہے جس میں ہمارا اور روافض کا خلاف ہے۔

وهـذا هـو مـحـل الخلاف بيننا و بينهم .

فهم قالوا : اهل البيت معصومون عن ذلك كله من انواع الذنوب وانواع الخطأ ، ويدّعون ان فتواهم كقول الانبياء في وجوب الاتباع وكونه من الله تعالىٰ ، و نسبتهم الى رسول الله صلى الله عليه وآله و اصحابه وسلم كنسبة الانبياء العاملين بالتوراة الى موسىٰ عليه السلام.

و لعلهم لا يجوزون انتساخ احكام هذه الشريعة بقولهم.

و عندنا العصمة بهذا

روافض کا ماننا ہے کہ یہ ہرطرح کے گناہ اور ہرطرح کی خطاء ان سب سے اہلِ بیت معصوم ہیں اور روافض کا دعوی ہے کہ اہلِ بیت کا فتویٰ ایسا ہے جیسے انبیائے کرام کا فرمانا کہ اُس کی اتباع واجب ہے اور بہرحال اُسے ماننا اُس پر چلنا ضروری ہے اوروہ فرمانِ انبیاء کی طرح من جانب اللہ ہے اور اہلِ بیت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم سے ایسی ہی نسبت ہے جیسی حضرتِ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اُن انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تھی جو [آپ کے بعد بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے اورآپ ہی کی کتاب] توریتِ مقدس پر عمل کرتے [اور اسی کی تبلیغ و ہدایت فرماتے] تھے۔

اور روافض شاید اہلِ بیت کے قول سے اس شریعتِ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام معاذ اللہ منسوخ ہوجانے کا امکان نہ مانتے ہوں۔

ہم **اہلسنّت** کے نزدیک اس معنی کی **عصمت خاصّۂ انبیاء** ہے جن احکام کی وہ نفوسِ قدسیہ

الوجه مختصة بالانبیاء فیما یخبرون بالوحی وما یُستقرون علیه.

واهل البیت کسائر المجتهدین یجوز علیهم الخَطأ فی اجتهادهم وهم یصیبون ویُخطِئون.

[فواتح الرحموت ۲/ ۲۷۸، ۲۷۹]

وحی سے خبر دیں اور جن احکام پر من جانب اللہ **برقرار رکھے جائیں** اُن میں اُن حضراتِ عالی رُتب کے لیے اسی معنی کی عصمت ہے اور **سہو** و **خطاء اجتہادی غیر اجتہادی** سب سے وہ **معصوم** ہیں۔

جبکہ **اہلِ بیت** باقی مجتہدینِ امت کی طرح ہیں **اجتہاد** میں اُن سے **خطاء** ہونا **ممکن** ہے اور اجتہاد میں اصابت و خطاء اُن کے ساتھ بھی ہے۔

انبیائے کرام خطائے اجتہادی سے پاک

لا یکون ما یعتقده مما یُثمِره اجتهاده الا حقا و صحیحا.

هذا هو الحق الذی لا یُلتفت الی خلاف من خالف فیه ، لعصمة النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم من الخطأ فی الاجتهاد فی الشرعیات.

مختصراً [شفاء شریف ۲/۱۱۶]

نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے معلوم فرما کر جو بات مانیں وہ بات ضرور حق وصحیح کے مرتبہ پر فائز ہوگی۔

یہی ہے وہ حق مسلک جس کا خلاف نا قابلِ التفات ہے۔ کیونکہ مسائلِ شرعیہ میں نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم خطائے اجتہادی سے پاک ومعصوم ہیں۔

یہ نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے خطائے اجتہادی سے یکسر پاکی کو امام قاضی عیاض نے مسلکِ حق بتایا اور اس کی دلیل میں عصمت کو پیش کیا۔ چنانچہ ...... ''لعصمة'' ''هذا هو الحق'' سے متعلق ہے ...... اس طرف اشارہ کرنے کے لیے علامہ قاری نے کہا

فان الصواب عدم خَطَئه فی هذا الباب (لعصمة النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم من الخطأ فی الاجتهاد فی الشرعیات).

[شرح علامہ قاری بر ہامشِ نسیم ۴/۵۹]

چنانچہ مسلکِ صواب یہ ہے کہ اس باب یعنی مسائلِ شرعیہ میں حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطائے اجتہادی نہیں ہے کیونکہ مسائلِ شرعیہ میں خطائے اجتہادی سے حضور پاک ومعصوم ہیں۔

”منہاج“ قاضی بیضاوی کی شرح الابھاج فی شرح المنهاج لشیخ الاسلام علی بن عبد الکافی السُّبکی و ولده تاج الدين عبد الوهاب السُّبکی میں ہے

قال (لا يُخطِئ اجتهاده) والذی جزَم به من كونه لا يُخطِئُ اجتهاده هو الحق.

[الابھاج فی شرح المنهاج ۳/۲۵۲]

مصنف امام بیضاوی نے کہا : اجتہادِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطاء سے پاک ہے اور حضور کی خطاء سے پاکی جس پر حضرت مصنف نے جزم کیا یہی حق ہے۔

نهاية الوصول فی دراية الاصول للشیخ صفی الدين الارموی الهندی [م ۷۲۵ھ] میں ہے

فالحق عندنا انه لا يجوز له ان يخطئ. [نهاية الوصول]

حق ہمارے نزدیک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطائے اجتہادی نہیں ہوسکتی۔

غاية الوصول الی شرح لُبّ الاصول شیخ الاسلام زکریا انصاری میں ہے

(و) الاصح (ان اجتهاده لا يخطِئ) تنزيها لمنصب النبوة عن الخطأ فی الاجتهاد.

[غاية الوصول]

صحیح تر یہ ہے کہ اجتہادِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں خطاء نہیں ہوتی کیونکہ منصبِ نبوت خطائے اجتہادی سے پاک ہے۔

انبیائے کرام خطائے اجتہادی سے بالآخر ضرور پاک

مگر مسلم الثبوت و توضیح و تحریر و مسایرہ وغیرہ میں خطائے اجتہادی کو ممکن ماننا اکثر اہلسنّت اور اکثر حنفیہ کا قول اور مذہبِ مختار فرمایا ہے۔ البتہ ...... خطائے اجتہادی رہے گی نہیں یعنی من جانب اللّٰہ وحی نازل ہوکر اُسے زائل فرمادیا جائے گا ...... یہ متفقہ ہے اس میں اہلسنّت کے مابین خلاف نہیں۔

چنانچہ مسایرہ علامہ ابنِ ہمام اور اس کی شرح مسامرہ علامہ ابنِ ابی شریف میں ہے

(فاما اذا خطرت) [امور الدنیا والحِرف والصنائع] لهم (فلا بدمن علمهم بها) ای باحكامها

دنیوی امور و ذرائعِ معاش صنعت وحرفت کی طرف انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توجہ چلی جائے تو ضرور اُنہیں اُن سب دنیوی امور وصنعت وحرفت کے احکام کا علم ہوگا۔

(واصابتهم فيها ان اجتهدوا) بناء على الراجح ان للانبياء ان يجتهدوا ، مطلقا وعليه الاكثر ، او بعد انتظار الوحي ،وعليه

اور اگر وہ ان احکام میں اجتہاد فرمائیں جیسا کہ مذہب راجح یہی ہے کہ انبیائے کرام کو اجتہاد کرنا جائز ہے ، یا تو مطلقاً [یعنی وحی کا انتظار کیے بغیر] ، اور اسی پر اکثر [اصولیین] ہیں ، یا انتظارِ وحی[1] کے بعد ، اور اسی پر حنفیہ ہیں اور اسی کو

[1] حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو ⟵

الحنفية و اختاره المصنف فی "التحرير"

مصنف علامہ ابنِ ہمام نے "تحریر" میں اختیار کیا۔

فاذا اجتهدوا فلا بد من اصابتهم (ابتداء او انتهاء) لان من قال كل مجتهد مصيب او منعَ الخطاء فی اجتهاد الانبياء

تو بروقتِ اجتہاد وہ حضراتِ قدسی صفات شروع ہی میں یا بالآخر ضرور صواب پر ہیں۔

کیونکہ جو علمائے اصول ہر مجتہد کو صواب و راست پر مانتے یا بالخصوص انبیائے کرام سے

← اجتہاد کا حکم تھا وہ یوں کہ پہلے وحی کا انتظار فرمائیں ، وحی نازل نہ ہو اور تازہ واقعہ حکم طلب جو رونما ہوا اُس کے فوت ہونے اور بغیر حکم کے گذر جانے کا اندیشہ ہو تو اب اجتہاد فرمائیں۔

(لكن عند الحنفية) كان متعبدا (بعد انتظار الوحی الی خوفِ فوتِ الحادثة.)

[فواتح الرحموت ۲/۳۰۷]

لیکن حنفیہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم یہ تھا کہ وحی کا انتظار فرمائیں یہاں تک کہ تازہ رونما واقعہ فوت ہو جانے کا اندیشہ آجائے تو اب اجتہاد فرمائیں۔

اس پر حاشیہ میں امام اہلسنت نے فرمایا

كان صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم ينتظر الوحی الی ان يخاف فوت الحادثة فكان يجتهد. [رحمة الملكوت قلمی منقول]

حضور وحی کا انتظار فرماتے یہاں تک کہ وہ تشنۂ حکم واقعۂ تازہ فوت ہو جانے کا اندیشہ ہوتا تو اب اجتہاد فرماتے۔

خاصة فهم مصيبون عنده ابتداء

ومن جَوَّزَ الخَطَأَ في اجتهادهم قال لا يُقَرُّون عليه بل يُنَبَّهون ، فهم مصيبون عنده ، إمّا ابتداء ، حيث لم يتقدم خَطأٌ ، وإمّا انتهاء حيث نُبِّهوا على الصواب فرجعوا اليه.

[مسايره مع مسامره ص ۲۰۱ ، ۲۰۲]

خطائے اجتہادی ہونا محال مانتے ہیں اُن کے نزدیک تو انبیائے کرام آغازِ اجتہاد ہی سے مصیب ہیں۔

اور جو علمائے اصول وہاں خطائے اجتہادی ممکن کہتے ہیں وہ یہ مانتے ہیں کہ انبیائے کرام خطائے اجتہادی پر برقرار نہیں رکھے جاتے ، بلکہ من جانب اللہ اُنہیں آگاہ فرمادیا جاتا ہے ، توان علمائے اصول کے نزدیک [بھی] انبیائے کرام علیھم الصلوۃ والسلام مصیب [ہی] ہیں ، یا تو ابتداءً ہی یوں کہ آغازِ اجتہاد ہی میں خطا نہیں ہوئی ، یا بالآخر یوں کہ اُنہیں صواب پر آگاہ فرمادیا گیا تو صواب کی طرف اُنہوں نے رجوع فرمالیا۔

مسلم الثبوت اور اس کی شرح علامہ بحر العلوم میں ہے

(هل يجوز عليه) صلى الله عليه وعلىٰ آله واصحابه وسلم (الخطأ) في اجتهاده و كذا في اجتهاد سائر الانبياء (فالاكثر) من

کیا حضراتِ انبیاء و حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیھم و بارک وسلم ابدا سے خطائے اجتہادی ہوسکتی ہے؟...... اکثر اہلسنّت نے مانا کہ ہاں ہوسکتی ہے۔ اور ایک قول [اہلسنّت کا] یہ ہے کہ نہیں ہوسکتی۔ اور روافض سے بھی ایسا

اهل السنة قالوا : (نعم) يجوز (وقيل : لا) يجوز ، ونقل هذا النفي عن الروافض ايضا (اما انه لا

منقول ہے۔

رہا یہ کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس خطاء پر برقرار نہیں رکھے جاتے [یعنی اللہ عزّ وجلّ کی طرف سے اس خطاء کے برخلاف وحی

ـــــہ یہاں تو روافض نے خطائے اجتہادی سے یکسر پاکی مانی مگر باطل پسندی وگمراہی یہ کہ کفر جیسے سب سے بڑے گناہ تک کا تقیۃً اظہار روا ٹھہرایا۔ مواقف و شرح میں ہے

(وجوز الشيعة اظهاره) اى اظهار الكفر (تقية) عند خوف الهلاك. (و ذلك) باطل قطعا لانه (يفضى الى اخفاء الدعوة) بالكلية و ترك تبليغ الرسالة (اذ اولى الاوقات بالتقية وقت الدعوة للضعف) بسبب قلة الموافق او عدمه (و كثرة المخالفين) و ايضاً ما ذكروه منقوض بدعوة ابراهيم و موسىٰ عليهما السلام فى زمن نمرود و فرعون مع شدة خوف الهلاك.

[شرح مواقف ، موقف سادس ، مرصد اول ، مقصد خامس ۲/ ۲۲۹]

روافض نے انبیائے کرام پر بوقتِ خوف کفر ظاہر کرنا روا مانا حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دعوتِ حق بالکلیہ مخفی رہ جائے اور تبلیغِ رسالت ہونے ہی نہ پائے جبکہ موافقین کی کمی یا نایابی سے ضعف اور مخالفین کی کثرت کے سبب دعوتِ حق کے ہمہ اوقات خوف میں مستغرق ہوں۔ پھر دیکھو! نمرود وفرعون کے زمانہ میں کس بلا کا خوفِ ہلاکت تھا مگر اس کے باوجود اللہ کے نبی حضرتِ ابراہیم و حضرتِ موسیٰ علی نبینا و علیہما الصلوٰۃ والتسلیم نے برملا دعوتِ حق فرمائی۔

يُقَرَّر عليه فاتفاق).

[فواتح الرحموت ۲/۴۱۱]

نازل ہوکر اس خطاء پر آگاہ فرمادیا جاتا ہے] یہ متفقہ ہے اس میں خلاف نہیں۔

امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اس مقام پر رحمۃ الملکوت میں ایسانہیں کہ حاشیہ نہیں لکھا۔ لکھا ہے مگر قولِ امکانِ خطائے اجتہادی مع عدمِ برقراری پر کوئی کلام نہیں فرمایا، اور دلائلِ امتناع سے زیادہ دلائلِ امکان کی تشریح وتوجیہ کی ہے۔

اگر قولِ امکانِ خطاے اجتہادی مع عدمِ برقراری میں، نیز اکثر اہلسنّت کی طرف اس کی نسبت میں کوئی جرح وقدح امام کی نظر میں ہوتی توضرور اسے تحریر کرتے جیساکہ آپ کا معروف طریقہ ہے جو آپ کی ابحاثِ مرقومۂ کتب وفتاوی سے عیاں ہے کہ بحث برائے بحث آپ کا مطمحِ نظر نہیں ہوتا۔

پھر یہ قول جسے مسلم وفواتح میں اکثر اہلسنّت کی طرف منسوب فرمایا صرف مسلم وفواتح ہی میں نہیں دیگر کتب وکلامِ علماء میں بھی ہے۔ چنانچہ مسایرہ ومسامرہ سے گذرا۔ اس کے علاوہ تنقیح وتوضیحِ صدر الشریعۃ میں ہے

واجتهاده لا يحتمل القرار على الخطاء.

يحتمل الخطأ في حالة الابتداء

لكن لا يحتمل القرار على الخطاء.

مختصراً

اجتہادِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطاء پر برقراری کا احتمال نہیں رکھتا۔

بحالِ آغاز اس میں احتمالِ خطاء ہے لیکن خطاء پر برقرار رہنے کے

احتمال سے پاک ہے۔ [تنقیح و توضیح مع تلویح ، نولکشور ص۴۸۷]

''حسامی'' امام حسام الدین محمد اخسیکثی [م ۶۴۴ھ] کی شرح ''غاية التحقيق'' امام عبد العزیز بخاری [م ۷۳۰ھ] میں ہے جس سے علامہ علی قاری نے مختصراً ''شم العوارض'' میں نقل فرمایا کہ

ثم اجتهاده عليه السلام لا يحتمِل الخطأ عند اكثر العلماء ، وعند اكثر اصحابنا يحتمل الخطأ ، لكنه لا يحتمِل القرار على الخطأ. [كتاب التحقيق شرح الحسامى المعروف بغاية التحقيق ص۲۰۰ میر محمد ، كتبخانه مركزِ علم و ادب آرام باغ كراچى]

اجتہادِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اکثر علماء کے نزدیک احتمالِ خطاء نہیں۔ اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک احتمالِ خطاء ہوتا ہے ، لیکن خطاء پر برقرار رہنے کا احتمال نہیں ہوتا۔

نیز تحریر علامہ ابنِ ہمام اور اس کی شرح تقریر و تحبیر ابنِ امیر حاج میں ہے

(قد ظهَر من المختار جواز الخطاء عليه عليه السلام) اى على اجتهاده (الا انـه لا يُقَرّ عليـه) اى على الخطاء.

مذہبِ مختار سے ظاہر ہوگیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطائے اجتہادی ممکن ہے مگر حضور کو اس پر برقرار نہیں رکھا جاتا۔

وهذا قول اكثر الحنفية ونقله الآمدى عن الشافعية والحنابلة واصحاب الحديث واختاره هو وابن

یہی اکثر حنفیہ کا قول ہے اور [امام سیف الدین] آمدی نے شوافع حنابلہ اور محدثین سے یہی نقل کیا اور خود انہوں

الحاجب.

(وقيل بامتناعه) اى جواز الخطاء على اجتهاده، نقله فى الكشف وغيره عن اكثر العلماء، وقال الامام الرازى والصفى الهندى انه الحق، وجزم به الحليمى والبيضاوى، وذكر السُّبكى انه الصواب، و ان الشافعى نص عليه فى مواضع من الامّ.

[التقرير والتحبير على التحرير فى اصول الفقه، مقالة فى الاجتهاد وما يتبعه من التقليد والافتاء ۳/۳۸۰، ۳۸۱]

نے اور علامہ ابنِ حاجب نے یہی اختیار کیا۔

دوسرا قول یہ کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطائے اجتہادی نہیں ہو سکتی۔ "کشف" وغیرہ میں اسے اکثر علماء سے نقل کیا۔ امام رازی اور صفی ھندی نے فرمایا: یہی حق ہے۔ حلیمی و بیضاوی نے اس پر جزم کیا اور امام سبکی نے بیان فرمایا کہ یہی صواب ہے۔ اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے متعدد مقاماتِ "اُمّ" میں اسی قول کی تصریح فرمائی۔

[امتناعِ خطاء پر علامہ صفی قاضی بیضاوی اور امام سبکی کی عبارات شروعِ عنوان میں گذریں]

الاِحکام فى اصول الاَحکام علی بن محمد آمدی [م۶۳۱ھ] میں ہے

اختلفوا فى جواز الخَطَاِ عليه فى اجتهاده فذهب بعض اصحابنا الى المنع من ذلك وذهب اكثر اصحابنا والحنابلة واصحاب

اس میں اختلاف ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطائے اجتہادی ممکن ہے؟...... یا نہیں؟...... ہمارے بعض فقہاء نے مانا کہ ممکن نہیں۔ اور اکثر

الحدیث والجُبّائی و جماعة من المعتزلة الی جوازه لکن بشرط ان لا یُقَرّ علیه، وهو المختار.

[الاحکام ۴/۲۶۱]

فقہاء نیز حنابلہ اور محدثین اور جُبائی معتزلی نیز ایک جماعتِ معتزلہ نے مانا کہ ممکن ہے لیکن اس شرط سے کہ اس خطاء پر برقرار نہ رکھا جائے۔ اور یہی مذہب مختار ہے۔

کشف الاسرار امام عبد العزیز بخاری [م۷۳۰ھ] میں ہے

اجتهاده لا یحتمِل الخطأ عند اکثر العلماء. وان احتمل الخطأ کما هو مذهب اکثر اصحابنا فلا یحتمِل القرار علی الخطأ. مختصراً

[کشف الاسرار باب تقسیم السنة ۳/۳۱۰]

اجتہادِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر علماء کے نزدیک احتمالِ خطاء نہیں رکھتا۔ اور اگر رکھتا ہے جیسا کہ ہمارے اکثر فقہائے حنفیہ کا مسلک ہے تو خطاء پر برقراری کا احتمال یکسر نہیں رکھتا۔

تقریرِ الٰہی جلَّ وعَلا کا مطلب

تقریرِ الٰہی: یعنی حکمِ اجتہادی پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو من جانب اللہ برقرار رکھا جانا، اس سے مراد ہے: حکمِ اجتہادی والا کے خلاف وحی کا نہ آنا۔ چنانچہ امام اہلسنّت قُدِسَ سِرُّہٗ نے مسلم الثبوت کی عبارت وهو التقریر [فواتح ۲/۴۰۹] پر فرمایا

(التقریر) علیه وعدم نزول الوحی علی خلافه.

اجتہادِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حضور کو برقرار رکھا جانا اور اجتہادِ

[رحمۃ الملکوت قلمی منقول ۴/۷۸] | والا کے خلاف وحی کا نہ آنا۔

یہ وعدم الخ عطفِ تفسیری ہے۔ یونہی دوسری عبارتِ مسلّم فان اقر علیہ [فواتح ۲/۴۰۷] پر بہ عطفِ تفسیری فرمایا

فان اُقِرَّ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم علی اجتہادہ و لم ینزل الوحی علی خلافہ الخ

[رحمۃ الملکوت قلمی منقول ۴/۷۵]

اگر حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اجتہادِ والا پر رہنے دیا جائے اور اجتہادِ والا کے خلاف وحی نازل نہ ہو الخ

تقریرِ الٰہی سے اجتہادِ والا کا قطعی یقینی ہوجانا

مسلم و فواتح میں ہے

فان اُقِرَّ علیہ بعد اجتہادہ، صار اجتہادہ کالنصّ قطعاً، لانہ لا یُقَرّ علی الخطأ.

[فواتح ۲/۴۰۷]

پھر اگر حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اجتہادِ والا پر من جانب اللّٰہ برقرار رکھا جائے تو اجتہادِ والا نص کی طرح قطعی ہوگا۔ کیونکہ حضور کو خطاء پر برقرار نہیں رکھا جاتا۔

تلویح شرحِ تنقیح و توضیح میں علامہ تفتازانی نے فرمایا

فتقریرہ علی مجتہَدہ قاطع لِلاحتمال، کالاجماع الذی سندہ

حکمِ اجتہادی پر نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو من جانب اللّٰہ برقرار رکھا جانا [یعنی اُس حکم کے برخلاف وحی کا نہ آنا] یہ احتمالِ خطاء کو جڑ سے ختم

الاجتهاد.

[توضیح تلویح ص۴۸۶]

کردے گا۔ جیسے اجماع جس کی سند اجتہاد ہو [کہ انفرادی حالت میں ہر مجتہد کے اجتہاد میں احتمالِ خطاء ہے مگر جب سب کا اجتہاد کسی مسئلہ میں ایک ہوگیا تو اب اجماع ہوگیا اور اجماع سے وہ احتمالِ گذشتہ جاتا رہا]۔

''حسامی'' امام حسام الدین محمد اخسیکثی [م ۶۴۴ھ] کی شرح ''غایة التحقیق'' امام عبد العزیز بخاری [م ۷۳۰ھ] میں ہے

فاذا اَقَرَّہ اللّٰہ تعالیٰ علی اجتهاده دَلَّ انه کان هو الصواب ، فیُوجِب علم الیقین کالنص.

فیکون مخالفته حراما وکفرا.

[کتاب التحقیق شرح الحسامی المعروف بغایة التحقیق ص۲۰۰]

لہذا جب اللہ تعالیٰ حضور کو آپ کے اجتہاد پر برقرار رکھے تو یہ دلیل ہے کہ اجتہادِ حضور ضرور صحیح وصواب ہے۔

تو برقرار رکھے جانے سے امت کو حکمِ اجتہادیِ حضور پر ایسا ہی یقینِ قطعی ہوگا جیسا نص پر ہوتا ہے۔

اس لیے ایسے حکمِ اجتہادیِ والا کی مخالفت [عملاً] حرام اور [اعتقاداً] کفر ہوگی۔

کشف الاسرار امام عبد العزیز بخاری [م۷۳۰ھ] میں ہے

فاذا اَقَرَّہ اللّٰہ تعالیٰ علی اجتهاده دل انه کان هو الصوابَ ، فیُوجِب علم الیقین کالنص ، فتکون

لہذا جب اللہ تعالیٰ حضور کو اجتہادِ والا پر برقرار رکھے تو یہ دلیل ہے کہ اجتہادِ والا خالص حق وصواب ہے۔ اب اس تقریرِ الٰہی

مخالفته حراماً و كفراً. مختصراً
[كشف الاسرار باب تقسيم السنة ۳/۳۱۰]

سے اجتہادِ والا پر نص جیسا یقینِ قطعی ہوگا اور اُس کی مخالفت حرام وکفر ہوگی۔

مسئلہ کی نوعیت

شروع میں گذرا کہ امام قاضی عیاض اور امام علی بن عبد الکافی سبکی امام تاج الدین سبکی اور شیخ صفی ھندی نے امتناعِ خطائے اجتہادی کو ...... مسلکِ حق ...... بتایا اور امام قاضی عیاض نے اس کے خلاف امکانِ خطائے اجتہادی کے قول کو ...... ناقابلِ التفات ...... ٹھہرایا۔

جبکہ قولِ امکان کو مسلم و فواتح تحریر و تقریر مسایرہ و مسامرہ اور کشف الاسرار وغیرہ میں ...... قولِ مختار قولِ اکثر اہلسنّت قولِ اکثر حنفیہ ...... فرمایا ہے۔

تو مسئلہ اگرچہ تعلقِ عملیات کے ساتھ ساتھ متعلقِ اعتقادیات بھی ہے مگر اختلافی ہے ، اجماعی نہیں۔ لہذا فروعِ عقائد سے ہے ، اصولِ عقائد سے نہیں۔ اور جن اہلسنّت نے کہا کہ ...... " امتناع ہی حق ہے " ...... اُن کی نظر میں امتناع پر جو دلیل ہے سمع سے یا عقل سے اُس کے پیشِ نظر کہا۔ باقی اُنہوں نے نہ اس کے خلاف کو گمراہی کہا ، نہ اسے عقیدۂ اجماعیۂ اہلسنّت کہا جس سے خلاف کا گمراہی ہونا ثابت ہو۔

سوال

المعتقد میں تو قولِ امکان کو قولِ بعید ومہجور اور بنابریں ناقابلِ التفات فرمایاہے۔

چنانچہ المعتقد میں فان قلت کے تحت ہے

للانبیاء الاجتهاد ، وجری قول فی انه یجوز علیهم الخطاء فی الاجتهاد.

انبیائے کرام علیهم الصلوٰة والسلام کے لیے اجتہاد جائز ہے۔ اور اُن سے خطائے اجتہادی ممکن ہونے کے بارے میں ایک قول آیاہے۔

اس پر قلت کے تحت فرمایا

ان القول بجواز الخطاء علیهم فی اجتهادهم قول بعید مهجور ، فلا یُلتفت الیه. [المعتقد المنتقد ص۱۱۲]

انبیائے کرام علیهم الصلوٰة والسلام سے خطائے اجتہادی ممکن ہونے کا قول قولِ بعید ومہجور ہے لہٰذا قابلِ التفات نہیں۔

جواب

مسلم الثبوت وغیرہ کتبِ کثیرہ میں جسے ...... مذہبِ مختار اور قولِ اکثر اہلسنّت و قولِ اکثر حنفیہ ...... فرمایاہے ، جس کا قول کرنے شرح کرنے اور اکثر اہلسنّت یا اکثر حنفیہ کی طرف نسبت کرنے والے کثیر اعاظم اکابر اہلسنّت ہیں ، جس پر تحشیہ و توجیہ وتشریح کرکے اور کچھ کلام واعتراض نہ کرکے اُس کے ناقابلِ جرح وقدح ہونے کا اشارہ کرنے والے امامِ اہلسنّت ہیں وہ قول بھلا قولِ بعید ومہجور اور بنابریں ناقابلِ التفات کیسے ہوسکتاہے؟......

لہٰذا اس قول میں اور جسے المعتقدمیں بعید و مہجور فرمایا

اُس میں **فرق** ہے۔

قولِ اکثرِ اہلسنّت یا اکثرِ حنفیہ یا اکثرِ اصولیین یا مذہبِ مختار تو یہ ہے : **امکانِ خطائے اجتہادی مع عدمِ برقراری۔**

یعنی انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے خطائے اجتہادی ہونے کا امکان مگر اُس کے ساتھ یہ کہ وہ اس خطاء پر **برقرار نہیں** رکھے جاتے بلکہ بذریعۂ وحی اُنہیں آگاہ فرمادیا جاتا ہے جس سے وہ رجوع فرمالیتے ہیں اور خطاء زائل ہوجاتی ہے۔

جبکہ **المعتقد** میں جسے **قولِ بعید** و **مہجور** اور بنابریں **ناقابلِ التفات** فرمایا وہ **قولِ امکانِ** خطائے اجتہادی **مع برقراری** ہے۔

اوروہ قولِ ثالث ہے۔

① پہلا قولِ **امتناع** ہے ، یعنی انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے خطائے اجتہادی نہیں ہوسکتی۔

② دوسرا قولِ **امکان** ہے ، **مع عدمِ برقراری** ، یعنی خطائے اجتہادی ہوتو سکتی ہے لیکن اُس پراُنہیں برقرارنہیں رکھاجاتا۔

③ اور تیسرا **امتناع مختص** بہ حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور **امکان** برائے دیگرانبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء **مع برقراری** ، یعنی خطائے اجتہادی نہ ہوسکنا ہمارے آقا سے خاص ، اور دیگرانبیاء سے مع برقراری ممکن۔

چنانچہ شرح جمع الجوامع امام جلال الدین محلی [م ۸۸۱ھ] کی

شرح الآیات البینات امام احمد بن قاسم شافعی [م ۹۹۴ھ] میں ہے

قولہ : والصواب ان اجتهاده علیه افضل الصلوٰة و السلام لایخطیٔ.

ثم قول الشارح : وقیل قد یخطیٔ ولکن یُنبَّه علیه سریعا.

اقول: لم یتعرض لغیره من الانبیاء ههنا ایضا ، والمُتَّجه عندی امتناع الخطاء علی غیره من الانبیاء ، اما مطلقا ، او من غیر تنبیه علیه سریعا.

واما تجویزه علیهم من غیر تنبیه علیه ففیه نظر ظاهر ، وان صرح به قوله فی شرح الروض

مصنف امام تاج الدین سُبکی نے کہا :

① ''صواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اجتہاد خطاء نہیں ہوگا''

② پھر شارح علامہ جلال محلی نے کہا : کہا گیا کہ کبھی خطاء ہوتا ہے لیکن جلد ہی اس پر آگاہ فرمادیا جاتا ہے۔

اقول :- یہاں اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰة والسلام کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ جبکہ [دلائلِ عقل وشرع سے] جو میرے نزدیک صحیح [یا جو مجھ پر روشن] ہے وہ یہ ہے کہ اور انبیائے کرام بھی خطائے اجتہادی سے پاک ہیں

① یا تو مطلقاً کہ خطائے اجتہادی ہو ہی نہیں سکتی۔

② یا رہ نہیں سکتی یوں کہ اُس خطاء پر ضرور اُنہیں جلد ہی باخبر کردیا جاتا ہے۔

③ رہا خطائے اجتہادی کا اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰة والسلام کے لیے ایسا امکان ماننا کہ خطاء پر اُنہیں من جانب اللہ آگاہ بھی نہ کیا جائے یہ

فی باب النکاح فی بحث الخصائص ما نصه :

وکان لا یجوز علیه الخطأ اذ لیس بعده نبی یستدرِک خطأه بخلاف غیره من الانبیاء اھ

و نقله السیوطی عن ابنِ ابی هریرة و الماوردی فقال فی مختصر الخصائص فی الباب الاول المعقود للخصائص التی اختص بها عن جمیع الانبیاء ما نصه :

ولا یجوز علیه الخطأ عد هذه ابن ابی هریرة و الماوردی. اھ

والوجه ما قلناه لان

کھلامحلِ نظر ہے اگرچہ شرحِ روض بابِ نکاح بحثِ خصائص میں شارحِ روض کے قول میں اس کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ شارحِ روض امام زکریاانصاری نے کہا :

''میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے [اجتہادی] خطاء نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں جو اُس خطاء کی تلافی کرے جو حضور کی نسبت ممکن مانی جائے ، بخلاف اورانبیائے کرام کے'' [اسنی المطالب شرح روض الطالب ۴/۱۰۷]

نیز اسے امام سیوطی نے ابنِ ابی ہریرہ اور ماوردی سے نقل کیا۔

چنانچہ ''مختصرِ خصائص'' کے بابِ اول میں اُن خصائص میں ...... جو تمام انبیاء سے امتیازی شان کے حامل حضور کو عطاء ہوئے اورصرف حضور کا حصہ بنے ...... فرمایا

''حضور سے خطاءممکن نہیں۔ اسے ابنِ ابی ہریرہ اورماوردی نے خاصۂ والا شمارکیا''۔

اور [یہ قولِ امکانِ خطائے اجتہادی مع برقراری جس

الخطأ من غیر تنبیه نقص لا یلیق بمنصب النبوة.

[الآیات البینات علی شرح جمع الجوامع ۳۴۴/۴، ۳۴۵]

کی تصریح شارحِ روض کے قول میں ہے اور جسے امام سیوطی نے امام ابن ابی ہریرہ اور امام ماوردی کی طرف منسوب کیا] اس قولِ ثالث کے صاف محلِ نظر و قابلِ اعتراض ہونے کی وجہ وہی ہے جو ہم بتا چکے کہ ایسا امکان نقص ہے منصبِ نبوت کے شایانِ شان نہیں۔

یہ ''آیاتِ بینات'' کا کلام تھا جس میں قولِ ثالث کو قولاً یا قبولاً امام زکریا انصاری کا اُن کی شرحِ روض کے حوالہ سے قول بتایا؛ اور امام سیوطی کی ''مختصر خصائص'' کے حوالہ سے امام ماوردی اور امام ابنِ ابی ہزیرہ کا قول بتایا۔

شرحِ روض میں تو خیر ایسا ہے۔ اور وہی اور اُتنی ہی عبارت ہے جو صاحبِ آیات نے نقل فرمائی جس پر شرحِ روض کا ہم نے حوالہ بھی دے دیا۔ مگر امام ماوردی [م ۴۵۰ھ] کی طرف سے ایسا کلام نہیں ملتا جس سے یہ جزم ہو کہ قولِ ثالث قولاً یا قبولاً کسی طرح اُن کا قول ہو۔ امام سیوطی کی خصائصِ کبریٰ [۱۷۷/۳] کی عبارت کہ

قال الماوردی فی تفسیره: قال ابن ابی هریرة: کان صلی الله علیه وسلم لا یجوز علیه الخطأ، ویجوز

ماوردی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ: ابنِ ابی ہریرہ نے کہا: ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاء ممکن نہیں، اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ممکن ہے۔ اس لیے کہ حضور آخری نبی ہیں تو

علی غیرہ من الانبیاء ، لانہ خاتم النبیین ، فلیس بعدہ من یستدرک خطاہ ، بخلافھم ، فلذلک عصمہ اللہ تعالیٰ منہ.

حضور کے بعد کوئی نبی نہیں جو اُس خطاء کی جو حضور سے ممکن مانی جائے تلافی کرے بخلاف اور انبیائے کرام کے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطائے اجتہادی سے پاک ومعصوم رکھا۔

اس عبارت سے ظاہراً یہ سمجھ میں آتا ہے کہ قولاً نہ سہی تو قبولاً یہ قولِ ثالث امام ماوردی کا قول ہے۔ یعنی قولاً تو امام ابنِ ابی ہریرہ کا قول ہے جسے ازراہِ قبول امام ماوردی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا تو قبولاً وہ امام ماوردی کا بھی قول ہوا۔ مگر امام ماوردی نے اپنی تفسیر النکت والعیون میں صرف یہی قولِ ثالث تو نقل نہیں کیا ہے ، اور قول بھی تو نقل کیا ہے۔ تو کیسے جزم ہوگا کہ یہی انہیں مقبول ہے؟...... قولِ دیگر نہیں؟......

چنانچہ آیتِ کریمہ

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا۔

[پ۱۷ ایت ۷۹ الانبیاء] [کنز الایمان]

کے تحت وہ فرماتے ہیں

وفی حکمھما قولان : احدھما : انہ کان متفقا لم یختلفا فیہ.

سیدنا داؤد اور سیدنا سلیمان علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام نے جو فیصلہ فرمایا اس کے بارے میں دو قول ہیں

والقول الثانی : وھو قول الجمھور من العلماء و المفسرین ان حکمھما کان مختلفًا ، اصاب فیه سلیمان ، و اخطأ داؤد.

ولا یمتنع وجود الغلط والخطأ من الانبیاء ، کوجوده من غیرھم ، **لکن** لا یُقَرُّون علیه ، وان اُقِرَّ علیه غیرھم .

واختلف القائلون بھذا فی حمله علی العموم فی جمیع الانبیاء علی قولین :

احدھما : ان نبینا محمد صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم مخصوص منھم بجواز الخطأ علیھم

① **اول**:- دونوں حضرات کا فیصلہ متفق تھا مختلف نہیں۔

② **دوم**:- حضرتِ سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ صواب اور حضرتِ داؤد علیہ السلام کا فیصلہ خطاء تھا۔

اور انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام سے خطائے اجتہادی ممکن ہے ، جیسے مجتہدینِ امت سے ممکن ہے ، **لیکن** انبیائے کرام کو خطائے اجتہادی پر برقرار نہیں رکھا جاتا آگاہ فرما دیا جاتا ہے ، جبکہ اوروں کو آگاہ نہیں فرمایا جاتا۔ یہ جمہور علماء ومفسرین کا قول ہے۔

پھر یہ امکانِ خطائے اجتہادی کیا عام ہے؟...... تمام انبیائے کرام کو شامل ہے؟...... اس سلسلے میں امکانِ خطائے اجتہادی کے قائل علماء ومفسرین کے دو مختلف قول ہیں

پہلا قول:- امکانِ خطائے اجتہادی دیگر انبیائے کرام کے لیے ہے حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وعلیھم وسلم کے لیے نہیں ، یہ میرے آقا

دونه.

قاله ابو علی بن ابی هریرة رضی الله عنه، وفرَّق بینه و بین غیره من جمیع الانبیاء، لانه خاتم الانبیاء، فلم یکن بعده من یستدرِک غلَطه.

والقول الثانی: انه علی العموم فی جمیع الانبیاء، وان نبینا و غیره من الانبیاء فی تجویز الخطأ علی سواء، اِلّا انهم لا یقرون علی امضائه، فلم یُعتبر فیه استدراک من بعدهم من الانبیاء. مختصراً

[النکت والعیون ۳/۴۵۷]

کی دیگر انبیاء سے جدا خصوصیت ہے۔

یہ امام ابو علی ابن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماننا ہے۔ انہوں نے حضور اور باقی تمام انبیاء میں اس لیے فرق مانا ہے کہ حضور خاتم النبیین ہیں سب میں پچھلے نبی ، تو حضور کے بعد کوئی نبی نہیں جو اُس خطائے اجتہادی کی تلافی کرے جو حضور سے ممکن مانی جائے۔

دوسرا قول:- امکانِ خطائے اجتہادی علی العموم تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہے اور ہمارے آقا اور دیگر انبیاء اس بارے میں برابر ہیں کہ اُن سب سے خطائے اجتہادی کا امکان مانا جائے **مگر** کسی نبی کو اس پر برقرار نہیں رکھا جاتا کہ وہ خطائے اجتہادی سے ناشی حکم کو نافذ کریں۔

تو ...... بعد میں آنے والے نبی اگلے نبی سے ہوئی خطائے اجتہادی کی تلافی کریں ...... یہ ان حضراتِ قائلینِ عموم کو **منظور نہیں**۔

اس میں امام ماوردی نے فیصلہٗ مذکور فی الآیت کے بارے میں بھی دو قول

نقل فرمائے اور انبیائے کرام علیهم الصلوٰۃ والسلام سے خطائے اجتہادی ممکن ہونے کے بارے میں بھی دوقول نقل فرمائے تو یہ کیسے جزم ہوگا کہ دو میں سے پہلا ہی اُنہیں مقبول ہے۔ تاہم یہ جزم بھی نہیں کر سکتے تھے کہ مقبول نہیں بلکہ ردوقبول دونوں محتمل ہیں۔

مگر بحرِ محیط علامہ زرکشی سے معلوم ہوا کہ یہ قولِ ثالث منسوب بہ امام ابنِ ابی ہریرہ اُنہیں مقبول نہیں۔ کیونکہ بحر محیط میں اس قولِ ثالث کی مخالفت کرنا اُن سے منقول ہے۔ چنانچہ علامہ بدر الدین محمد زرکشی شافعی [م۷۹۴ھ] ''البحر المحیط'' فی اصول الفقه میں فرماتے ہیں

قال الماوردی والرؤیانی فی کتاب القضاء: اختلف اصحابنا فی عصمة الانبیاء من الخطأ فی الاجتهاد علی وجهین:

احدهما: انهم معصومون.

و (**الثانی**) المنع، لکن لا یُقرّرهم الله علیه،

امام ماوردی اور امام رویانی نے کتاب القضاء میں کہا:

''انبیائے کرام علیهم الصلوٰۃ والسلام کے خطائے اجتہادی سے معصوم ہونے کے بارے میں ہمارے فقہائے شافعیہ دوقول پر ہیں

اول یہ کہ معصوم ہیں، خطائے اجتہادی ممکن نہیں

ثانی یہ کہ نہیں، خطائے اجتہادی ہوسکتی ہے، لیکن اللہ پاک اُنہیں اس خطاء پر رہنے نہ دے گا تاکہ امت اُن کے اس حکمِ اجتہادی کے بارے میں شک میں نہ پڑے۔

ليزول الارتياب به ،

وان جاز ان يكون غيرهم من العلماء مُقرًّا عليه.

وقالا : قال ابن ابى هريرة نبينا عليه الصلوٰة والسلام معصوم فى الاجتهاد من الخطأ دون غيره من الانبياء ، لانه لا نبى بعده يستدرك ، بخلاف غيره من الانبياء.

قلت : وهكذا رأيته فى "تعليقه" فى الاقضية.

فحصل فى عصمتهم فى الاجتهاد مذاهب :

(**ثالثها**) نبينا فقط.

وقال الماوردى : وهذا لا وجه له ، لان

جبکہ مجتہدینِ امت کے لیے ایسا ہوسکتا ہے کہ انہیں اِن کی خطائے اجتہادی پر متنبہ نہ کیا جائے۔ "

نیز یہی امام ماوردی و امام رویانی کہتے ہیں کہ :

" ابنِ ابی ہریرہ نے کہا : ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطائے اجتہادی سے معصوم ہیں ، دیگر انبیاء نہیں۔ اس لیے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں جو خطائے اجتہادی کی تلافی کرے ، بخلاف دیگر انبیاء کے۔ علیہم الصلوٰۃ والثناء۔ "

میں کہتا ہوں [یعنی علامہ زرکشی] کہ ایسا ہی میں نے امام ابنِ ابی ہریرہ کی "تعلیق" بر اَقضِیہ میں اسے دیکھا۔

تو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمتِ اجتہادی کے بارے میں تین مسلک ہوئے۔ [دواوپر گزرے اور] **تیسرا مسلک** ابنِ ابی ہریرہ کہ عصمتِ اجتہادی صرف ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہے۔

جميع الانبياء غير مُقَرّين على الخطأ فى وقت التنفيذ و لا يُمهَلون على التراخى حتى يستدرِكه من بعدهم.

قلت : وهو افسد الاقوال.

مختصراً [بحرِ محیط۶/۲۱۹]

امام ماوردی نے **کہا** : یہ **تیسرا مسلک صحیح نہیں** ، کیونکہ تمام انبیائے کرام کی یہ شان ہے کہ حکمِ اجتہادی نافذ کرتے **وقت** اُنہیں خطاء پر برقرار نہیں رکھا جاتا اور اُنہیں اتنی مدت چھوڑ نہیں دیا جاتا کہ بعد میں آنے والے نبی اُن کی خطائے اجتہادی کی تلافی کریں۔

میں کہتا ہوں [یعنی علامہ زرکشی] یہ قولِ ثالث یا مسلکِ ثالث سب سے زیادہ شنیع قول ہے۔

اسی قولِ ثالث ...... یعنی امکانِ خطائے اجتہادی مع برقراری برائے دیگر انبیاء علیھم الصلوٰۃ والثناء ...... کو المعتقدمیں قولِ بعید و مھجور فرمایا ہے۔

سوال

المعتقد میں تو اعتراض میں بھی مطلق بلا قید ہے یجوز علیھم الخطأ فی الاجتھاد.

اور جواب میں بھی مطلق بلا قید ہے جواز الخطأ علیھم فی اجتھادھم.

جواب

وہ مطلق معری عن القید نہیں براہِ کثرتِ استعمال اُس سے جو معنی ظاہر مفہوم ہے وہ یہی ہے کہ برقرار رہنے والی خطائے اجتہادی کا امکان۔

دیکھو! شرحِ حسامی میں فرمایا

عند اکثر اصحابنا یَحتمِل الخطأ ، **لکن** لا یحتمل القرار.

یونہی نهایة الوصول للشیخ الصفی الهندی میں عبارتِ گذشتہ کے بعد ہے

وقال اکثر اصحابنا : یجوز **لکن** بشرط ان لا یقر علیه.

[نهایة الوصول]

ہمارے اکثر اصحابِ حنفیہ نے کہا : خطائے اجتہادی ممکن ہے **لیکن** اس شرط سے کہ اس پر برقرار نہیں رکھا جاتا۔

یونہی الاحکام کی عبارت میں ہے جو گذری۔

نیز بحرِ محیط کی عبارت میں گذرا کہ

الثانی المنع ، **لکن** لا یُقِرّهم اللّٰه علیه. [بحر المحیط ۶/۲۱۹]

امکانِ خطائے اجتہادی ہے ، **لیکن** اللہ پاک انہیں اس خطائے اجتہادی پر برقرار نہیں رکھتا۔

نیز تفسیرِ ماوردی سے گذرا کہ

القول الثانی : لا یمتنع وجود الخطأ من الانبیاء **لکن** لا یُقَرُّون علیه.

[النکت والعیون ۳/ ۴۵۷]

انبیائے کرام سے خطائے اجتہادی ممکن ہے **لیکن** انہیں اس پر برقرار نہیں رکھا جاتا۔

یہ کثیر عبارات میں **لٰکن** آیا ہے۔ اور **لٰکِن حرفِ استدراک ہے۔**

وَمعنی الاستدراک : رفع توهم یتولّد من الکلام المتقدم . [شرح جامی]

اور استدراک کا معنی ہے گذشتہ کلام سے جو توَہُّم ہوا اُسے دور کرنا۔

اور تَوَہُّم کا معنی ہے : کسی معنی کی طرف تبادُرِ ذہنی سبقتِ ذہنی یعنی ذہن کا فوراً اُس معنی پر پہنچنا ، یا ذہن کا معنیٰ غالب وراجح کی طرف جانا۔

تَوَهَّم ، قال ابو البقاء : هو سَبْقُ الذهنِ الى الشئ . [تاج العروس]

اوریہی ایہام میں ہوتا ہے

__ " ایہام میں تبادر درکار ہے ، ذہن اُس معنی کی طرف سبقت کرے " __

[فتاوی رضویہ نصفِ اول ۹/۲۰۵ ، مترجم ۲۴/۲۹۵]

تو تَوَہُّم اور ایہام تبادرِ ذہنی کے معنی میں ایک ہوئے ، لازم ومتعدی کا فرق ہے۔

القاموس المحیط اور تاج العروس میں ہے تَوَهَّمَ : ظَنَّ [ق] : ظن کرنا گمان کرنا۔ وقال ابو البقاء : هو سَبْق الذهن الى الشئ [ت] : تَوَہُّم کا معنی ہے : ذہن کا اُس معنی کی طرف فوراً جانا۔

اور اسی کے بعد قاموس میں لائے ہیں اَوْهَمَهُ اِيهَامًا و وَهَّمَهُ غيرُه توهيمًا.

یہ اشارہ ہے کہ تَوَہُّم کا متعدی ایہام و توہیم ہے۔ تو ایہام و توہیم کا معنی ہوا : تَوَہُّم دلانا ظن کرانا۔

صراح میں اس کو اور صاف کردیے ہیں اور یوں کہے ہیں تَوَہُّم : گمان بردن : گمان کرنا۔ اِیہَام تَوہِیم : بگمان افگندن : گمان کرانا گمان میں ڈالنا۔

تو ایہام "وَہَم" کا متعدی نہیں جو پہلوئے مرجوح ہوتا ہے بلکہ تَوَہُّم کا متعدی ہے جو پہلوئے راجح یعنی ظن ہوتا ہے۔

اوریہی قاموس میں تَوَہُّم کا معنی کیے ہیں ، اورصاحب تاج نے تَوَہُّم کا معنی نقل کیا : ذہن کا تبادُرِ ذہنی اُس معنی کی طرف ہونا۔

توبہرحال ایہام کا معنی ہوا ذہن کو معنی کی طرف فوراً لے جانا یا معنی راجح و

غالب کی طرف لے جانا۔ اور ان دونوں میں منافات نہیں۔ جو معنی راجح و غالب ہوگا ذہن پہلے پہل اُسی کی طرف جائے گا۔

الغرض ایہام کا معنی وہم دلانا نہیں ، جو کہ پہلوئے مغلوب و مرجوح ہوتا ہے ، بلکہ ایہام کا معنی ہے : تَوَہُّم دلانا۔ اور تَوَہُّم و ایہام میں لازم و متعدی کا فرق ہے۔

ولہٰذا علامہ عصام نے تَوَہُّم کے ساتھ ساتھ ایہام سے بھی استدراک کا معنی بتایا۔

قال فی الصحاح :استدرکت ما فات وتدارکته بمعنی. فکون لکن للاستدراک بمعنی انه لتدارک ما فات المتکلم **لایهام** کلامه مالیس بواقع بایراد کلام دافع **للتوهم**.

[حاشیہ عصام بر شرح جامی]

صحاح میں کہا : استدراک اور تدارک دونوں کا معنی ایک ہے یعنی تلافیِ مافات کرنا۔

تو لکن کے برائے استدراک ہونے کا معنی ہے: برائے تلافیِ مافات ہونا۔ یعنی متکلم کے کلام میں ایسے معنی کا **ایہام** ہے جو واقع کے برخلاف ہے اس لیے متکلم اس تَوَہُّم کو دور کرنے والا کلام لاکر فوت شدہ کا تدارک کررہا ہے اور جو بات اُس سے چھوٹ گئی ہے اُس کمی کو پورا کررہا ہے۔

تو **استدراک** وہاں ہوگا اور **لکن** وہاں **آئے گا جہاں کلامِ سابق سے ایہام** ہو۔

اور **اِیہام** میں **جس معنی** کی طرف ذہن فوراً سبقت کرتا ہے وہ لفظ کا **معنیِ قریب** ہوتا ہے

التوریة و یسمّٰی الایهام ایضا وهو ان یطلق لفظ له معنیان قریب و بعید ویُراد به البعید. [مختصر المعانی ص۴۵۶]

ایہام یہ ہے کہ لفظ کے دو معنی ہوں قریب اور بعید ، اور معنیٰ بعید مراد لے کر وہ لفظ بولا جائے۔

یہی تعریفِ ایہام فتاوائے امام میں بحوالۂ ''تلخیص المفتاح'' ہے جس کی شرح مختصر المعانی سے ہم نے پیش کیا۔ نیز تعریفات سے بھی فرمایا ہے کہ

__'' علامہ سید شریف قُدِّسَ سِرُّہُ الشَّرِیف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں

الایهام و یقال له التخییل ایضاً وهو ان یُذْکر لفظ له معنیان قریب و غریب فاذا سمعه الانسان سبَق الی فهمه القریبُ و مراد المتکلم الغریب. ''__

[فتاوی رضویہ نصف اول ۹/۲۰۵، مترجم ۲۴/۲۹۴]

ایہام اور اسے تخییل بھی کہتے ہیں ، اس کا معنی ہے ایسا لفظ بولنا جس کے دو معنی ہوں ، [ایک ذہن سے] قریب ، [اور دوسرا ذہن کے لیے] نامانوس و اجنبی ، آدمی جب وہ لفظ سنے تو پہلے پہل اُس کا ذہن معنیٰ قریب کی طرف جائے جبکہ متکلم کی مراد معنیٰ غریب یعنی معنیٰ اجنبی ہو۔

اور مختصر المعانی میں ''قریبٌ'' پر بین السطور میں ہے

قریب الی الفهم | قریب سے مراد ہے تبادرِ ذہنی یعنی وہ معنی فہم سے قریب

لکثرۃ استعماله. | ہو لفظ سن کر فوراً وہی سمجھ میں آئے اس وجہ سے کہ اس لفظ کا زیادہ استعمال اُسی معنی میں ہوتا ہو۔

[ایضاً]

تو لفظِ ''**لٰکِن**'' ...... جو کتبِ کثیرہ کی عبارات میں آیا ...... بتا رہا ہے کہ مجث خطائے اجتہادی میں یحتمل الخطأ سے **فوراً انتقالِ ذہنی جس معنی** کی طرف ہوتا ہے وہ یہی **برقرار رہنے والی خطائے اجتہادی** ہے یعنی جس کے لیے عصمت نہیں ہے یعنی یہ وعدۂ الٰہیہ نہیں ہے کہ اُس پر آگاہ فرما کر اُسے زائل کردیا جائے گا ، اور اس تبادُرِ ذہنی سے یحتمل الخطأ میں ...... خطائے اجتہادی مع برقراری ...... کا ایہام ہے جسے دور کرنے کے لیے حضراتِ علماء لفظِ **لٰـــکِن** لائے ہیں۔

لہٰذا المعتقد میں منقول یجوز الخطأ اور جواز الخطأ کا ظاہر معنی یہی ہوا [یعنی امکانِ خطائے اجتہادی مع برقراری] اور اس ظاہر معنی پر وہ قول بیشک **قولِ بعید ومہجور** ہے

[اوراسی قول کی تصریح شارحِ ''روض'' امام زکریا انصاری کے کلام میں ہے اور اسی قول کا قائل صاحبِ ''آیات'' نے امام سیوطی کی ''مختصر خصائص'' کے حوالہ سے ماوردی اور ابنِ ابی ہریرۃ کو بتایا اورخود امام ماوردی کی تفسیر نیز بحرِ محیط میں اسی قول کا قائل صرف امام ابنِ ابی ہریرۃ کو بتایا گیا]

ــــ عصمتِ مصطلحہ بمعنی وعدۂ حفظِ الٰہی ہے۔ بہارِ شریعت [۱۳/۱] میں ہے

ـــــ ''عصمتِ انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لیے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہولیا الخ ''ـــــ

وہ ہرگز ہرگز وہ قول نہیں جسے کتب کثیرہ میں قولِ اکثر اہلسنت یا قولِ اکثر حنفیہ یا قولِ مختار فرمایا ہے۔

تو امکانِ خطائے اجتہادی کو علامہ بدایونی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے ...... قولِ بعید و مہجور ...... فرمانے اور کثیر علمائے اہلسنّت کے ...... قولِ اکثر حنفیہ قولِ اکثر اہلسنّت قولِ مختار ...... فرمانے میں کوئی تعارض نہیں۔

دربارۂ امکانِ خطائے اجتہادی انبیائے کرام
اور اہلِ بیت میں فرق

یہاں ایک جماعتِ کثیرۂ اہلسنّت کی طرف سے یہ بیان گذرا کہ وہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے خطائے اجتہادی ممکن مانتے ہیں۔ اور فواتح سے یہ گذرا کہ

ہم اہلسنّت کے نزدیک اہلِ بیت سے خطائے اجتہادی ممکن ہے

ان دو قولِ امکان میں کیا فرق ہے؟......

فرق صاف ظاہر ہے۔ جن اہلسنّت نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے خطائے اجتہادی ہونا ممکن مانا تو صاف صاف یہ بھی فرمادیا

لَا یُقَرُّوْنَ عَلَیْہِ بَلْ یُنَبَّھُوْن۔ [مسامرہ ص ۲۰۲]	خطائے اجتہادی پر انبیائے کرام برقرار نہیں رکھے جاتے ، بلکہ اُنہیں آگاہ فرمادیا جاتا ہے۔

الا انـه لا يُـقَـرّ عـلـى الخطأ.
[تحریر مع تقریر ۳/۳۸۱]

مگر خطائے اجتہادی پر حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برقرار نہیں رکھا جاتا۔

اجتهاده لا يحتمل القرار على الخطأ. [توضیح تلویح ص ۴۸۷]

اجتہادِ والا میں خطاء پر برقراری ممکن نہیں۔

فلا يحتمل القرار على الخطأ.
[کشف الاسرار ۳/۳۱۰]

اجتہادِ والا خطاء پر برقراری کا احتمال یکسر نہیں رکھتا۔

امّا انه لا يُقَرّ عليه فاتفاق.
[مسلم الثبوت ، فواتح ۲/۴۱۱]

خطائے اجتہادی پر برقرار نہ رکھا جانا یہ اہلسنّت کا متفقہ ہے۔

[یہ سب عبارات بالتفصیل پہلے گذریں]

جبکہ اہلِ بیت کے لیے یہ نہیں ہے اور نہ ہی اہلسنّت نے یہ مانا ہے۔ بلکہ جو مانا ہے وہ یہ ہے کہ

واهل البيت كسـائـر المجتهدين يـجـوز عـليـهـم الـخطأ في اجتهادهم وهم يصيبون و يخطئون.
[فواتح الرحموت ۲/۲۷۹]

اور اہلِ بیت باقی مجتہدینِ امت کی طرح ہیں اجتہاد میں اُن سے خطاء ہونا ممکن ہے اوراجتہاد میں اصابت وخطاء اُن کے ساتھ بھی ہے۔

اہلسنّت کے عقیدے میں باقی مجتہدینِ امت کے لیے جو خطائے اجتہادی کا امکان ہے وہ برقراری کے ساتھ ہے۔ اور اہلِ بیت باقی مجتہدینِ امت کی طرح ہیں تو

اُن سے بھی خطائے اجتہادی کا امکان برقراری کے ساتھ ہے۔

نیز شم العوارض فی ذم الروافض میں علامہ علی قاری نے بحوالہ ''غایة التحقیق'' فرمایا جوگذرا کہ

احتمال الخطأ والقرار علیه جائزان فی حق الامة. [رسالہ شم العوارض ، مجمو رسائل ملا علی قاری ۸/۴۰۹ ، غایة التحقیق ص۲۰۰]

[مجتہدین] امت کے حق میں خطائے اجتہادی مع برقراری کا احتمال محال نہیں۔

نیز بحرِ محیط سے گذرا

وان جاز ان یکون غیرهم من العلماء مقراً علیه. [البحر المحیط ۶/۲۱۹]

اگرچہ انبیائے کرام کے علاوہ امت میں جو اہلِ علم و اجتہاد ہیں اُن کے حق میں یہ ممکن ہے کہ اُنہیں خطائے اجتہادی پر رہنے دیا جائے اور آگاہ نہ کیا جائے۔

نیز تفسیرِ ماوردی سے گذرا کہ

وان اُقِرَّ علیه غیرهم. [النکت والعیون ۳/۴۵۷]

اگرچہ انبیائے کرام کے سوا اوروں کو خطائے اجتہادی پر چھوڑ دیا جاتا ہے ، متنبہ نہیں کیا جاتا۔

نیز کشف الاسرار میں فرمایا

اجتهاد غیره یحتمل الخطأ والقرار علیه. [کشف الاسرار ۳/۳۱۰]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کے علاوہ مجتہدینِ امت کا اجتہاد خطاء مع برقراری کا احتمال رکھتا ہے۔

فرقِ برقراری و عدمِ برقراری سے پیدا دوسرا فرق

ولہٰذا مجتہدینِ امت اہلِ بیت ہوں یا اُن کے علاوہ بہرصورت اُن کے اجتہاد کی دوسرا مجتہد اگر اُس کی نظر میں حق وصواب کچھ اور ہو تو مخالفت کرسکتا ہے۔

جبکہ **اجتہادِ اقدسِ حضورسیدِ عالَم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی **مخالفت** کسی کو روا نہیں۔

تحریر علامہ ابنِ ہمام اورشرح تقریرو تحبیر علامہ ابنِ امیر حاج میں ہے

(فان اُقِرَّ) علی ما ادّی الیہ اجتہادہ عند خوف الحادثة (اوجب) اقرارہ علیہ (القطعَ بصحته) ای ما ادی الیہ اجتہادہ.

لما سیأتی من ان اجتہادہ لا یحتمل الخطأ، او انہ لا یُقَرّ علی الخطأ.

(فلم یجز مخالفته) کالنص.

(**بخلاف** غیرہ من

جوتازہ واقعہ پیش آیا جس میں حکمِ شرعی درکارتھا اوراس اندیشہ سے کہ وہ واقعہ بغیرحکم کے فوت نہ ہوجائے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجتہاد سے حکم بیان فرمایا تو جس حکم تک نظرِ اجتہادِوالا پہنچی اُس حکم پر اگر حضورکو من جانب اللہ برقراررکھا جائے [یعنی اس کے خلاف وحی نہ آئے] تو یہ برقراررکھا جانا حضور کے حکمِ اجتہادی کے حق وصحیح ہونے کا یقین کرادے گا۔

اور اس یقین کا سبب وہی ہے کہ اجتہادِ والا میں خطاء کا یا تو سرے سے امکان نہیں یا پھر خطاء پر برقراررکھے جانے کا تو ہرگز احتمال نہیں۔

المجتهدين) فانه يجوز مخالفته الى اجتهاد مجتهد آخر لاحتمال الخطأ والقرار عليه.

[التقرير والتحبير للمحقق الحلبي على التحرير للامام ابن الهمام ۳/۳۷۴]

لہذا **اجتہادِ والا** کی **مخالفت** [امت کو] ہرگز **جائز نہیں** جیسے نص کی مخالفت جائز نہیں۔

بخلاف اور مجتہدینِ امت کے کہ اُن میں ایک مجتہد کے اجتہاد کی طرف رجوع اور اُس کی پیروی کر کے دوسرے مجتہد کی مخالفت عمل میں لانا [امت کو] جائز ہے کیونکہ مجتہدینِ امت سے خطائے اجتہادی اور اس پر برقراری دونوں ممکن ہیں۔

حسامی کی شرح غاية التحقيق میں ہے

فاذا اَقرَّه اللّٰه تعالىٰ على اجتهاده دَلَّ انه كان هو الصواب ، فيُوجِب علم اليقين كالنص.

فيكون مخالفته حراماً و كفراً

بخلاف اجتهاد غيره من الامة ، حيث يجوز مخالفته لمجتهد آخر، لانه احتمال الخطأ و القرار عليه جائزان في حق الامة.

لہذا جب اللہ تعالیٰ حضور کو آپ کے اجتہاد پر برقرار رکھے تو یہ دلیل ہے کہ اجتہادِ حضور ضرور صحیح وصواب ہے۔

تو برقرار رکھے جانے سے امت کو حکمِ اجتہادیِ حضور پر ایسا ہی یقینِ قطعی ہوگا جیسا نص پر ہوتا ہے۔

اس لیے ایسے حکمِ اجتہادیِ والا کی مخالفت [عملاً] حرام اور [اعتقاداً] کفر ہوگی۔

جبکہ امت کا اجتہاد ایسا نہیں۔ کیونکہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے اجتہاد کی مخالفت

فلا یتعین الصواب فی حقِ واحدٍ ، وان کان الحق لا یَعْدُوهم.

فیجوز لکل واحد مخالفة الآخر بالاجتهاد ، لاحتمال الصواب فی اجتهاده و احتمال الخطأ فی اجتهاد غیره.

[کتاب التحقیق شرح الحسامی المعروف بغایة التحقیق ص۲۰۰ میر محمد ، کتبخانه مرکزِ علم و ادب آرام باغ کراچی]

کرسکتا ہے اس لیے کہ امت سے خطائے اجتہادی ہونا اور اُس خطاء پر مجتہد امتی کا برقرار رہنا یہ دونوں ممکن [بہ امکانِ وقوعی] ہیں۔

تو حق وصواب اگرچہ تمام مجتہدینِ امت سے باہر نہیں ، تاہم خاص کسی ایک مجتہد کے اجتہاد میں متعین نہیں۔

لہٰذا ہر ایک مجتہد کو دوسرے سے خلاف کرنے کا اس وجہ سے حق ہے کہ اُس کا اجتہاد صواب ہونے اور دوسرے کا خطاء ہونے کا احتمال رکھتا ہے۔

اور اہلِ بیتِ عظام کو حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح معصوم عن الخطأ ماننا رافضیوں کا گمراہانہ عقیدہ ہے۔

—— "الروافض کلهم یرون الائمة الاثنی عشر کَرَّمَ اللّٰهُ وُجُوهَهُم معصومین من الخطأ **مثل** الانبیاء "——

[فواتح الرحموت للعلامة بحر العلوم ۲/۲۱۰]

دربارۂ زلّت حضراتِ انبیاء اور اہلِ بیت میں فرق

یہی فرق دربارۂ زلّت بھی ہے۔ توضیح میں فرمایا

فصل:- فی افعاله علیه السلام ، فمنها ما یُقتدیٰ به ، و هو مباح و مستحب و واجب و فرض ، و غیر المقتدیٰ به ، وهو اما مخصوص به علیه السلام او **زَلّة** وهی فعله من الصغائر یفعله من غیر قصد ولا بد ان ینبه علیها لئلا یقتدی بها.

[توضیح مع تلویح ص ۴۸۵]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال بعض وہ ہیں جن میں امت پیروی کرے۔ یہ افعال مباح و مستحب و واجب و فرض ہیں۔ اور بعض وہ افعال ہیں جو امت کو پیروی کرنے کے لیے نہیں ہیں۔ وہ یا تو حضور کی خصوصیت ہیں۔ یا پھر وہ زَلّت ہیں ، اور **زَلّت** پر ضرور من جانب اللہ **آگاہ فرمادیا** جاتا ہے تاکہ امت اُس فعل کی پیروی نہ کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

تابشِ ارشادِ سلف۔ شانِ علم۔

جرأت وجسارت شانِ علم سے بعید ہے۔ دوحرفی معلومات کا نام علم نہیں

— " من علی فی کا ترجمہ سمجھ لینا اور بات ہے اور مقاصدومراد ومرامِ علمائے اعلام تک رسائی اور " — [فتاوی رضویہ ۱۱۴/۳ ، مترجم ۳۱۳/۲]

بلکہ ذخیرۂ معلومات بھی علم نہیں

قال عبد اللہ ابن مسعود : لیس العلم کثرۃ الروایۃ ، ولکن العلم

حضرتِ عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : علم کثرتِ روایات کا نام

الخشية. [حلية الاولياء ۱/۱۷۹] | نہیں ، علم تو خشیتِ الٰہی ہے۔ جَلَّ وَعَلَا.

دنیا میں سرخروئی نہ ملے تو کیا؟...... آخرت میں سرخروئی ملنا بڑی دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اپنے نیک بندوں کے زیرِ سایہ رکھے۔

آمين يا اِلٰهَ العالمين بجاه حبيبك المصطفىٰ و آله و اصحابه المجتبىٰ.

مولاىَ صلِّ وسلم و بارک عليه وعليهم وعلى ابنه الكريم

الغوث الاعظم وعلينا معهم و فيهم وبهم ولهم ابدا.

والحمد لله رب العلمين فى الاولىٰ والآخرة.

فقط

فقیر محمد کوثر حسن قادری رضوی غفرلہ

نوری دارالافتاء

دارالعلوم نوری نوری نگر گدرہو ابلرامپور یوپی۔

۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ روزِ جاں افروز دوشنبہ ۱۷ ـ ۸ ـ ۲۰۲۰ء

یادداشت

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

دیگر مطبوعات نوری دار الافتاء

- حسام الحرمین مع تابش شمشیر حرمین
- تحقیق جمیل در لزوم کفر اسمعیل
- اعلام بہ لزوم والتزام
- تعاقب فلاسفہ (ترجمہ وتحشیہ تہافت الفلاسفہ)
- لمعات نور
- کشف نوری از کفر کف لسان ادیبی
- نور ارشاد برائے دفع ظلمت اختلاط
- درس اسلاف برائے دفع اعتساف
- نوری مقال در امر ہلال
- نور ہدایت
- لمعات بر سوالات
- اقتصاد: در بارہ نیاز خلص عباد بہ بارگاہ بے نیاز
- ذیل لمعات مع لمعات بر سوالات
- کشف وحید از حقیقت تقلید مع حجت البیہ بر ظلمات واہیہ

عنقریب منظر عام پر آنے والی تحقیقی کتاب

ایضاح مقاصد در شرح عقائد: علم کلام کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفیہ کی دسیوں قدیم شروح وحواشی ومتعلقات کا خلاصہ، تحقیقات رضویہ کے افادات جامعہ نافعہ سے آراستہ، اور شبہات فلاسفہ وفرق ضالہ کی عقدہ کشا سب سے منفرد اور جامع اردو شرح۔

کتاب ملنے کے مزید پتے

- مکتبہ امام اعظم 2/425- اردو مارکیٹ مٹیا محل جامع مسجد دہلی 9958423551
- مکتبہ رضا 52 ڈونٹاڈ اسٹریٹ کھڑک ممبئی 9 8097697172
- اشہر اکیڈمی، مصطفی شریف خان صاحب، ناگپور مہاراشٹر 9370541312
- جامعہ عائشہ فیضان غریب نواز (مولانا شہزاد رضوی) آزاد نگر اندور (ایم۔پی) 9907578672
- جیلانی کتب خانہ درگاہ میدان کے سامنے کھجرانہ اندور (ایم۔پی) 8770508919
- مدنی کتاب گھر ہندوستانی مسجد کے پاس منڈی بازار برہان پور (ایم۔پی) 7415664638

ملنے کے پتے

NOORI DARUL IFTA
Darul Uloom Noori (Noori Nagar)
319,Gadrahwa, Balrampur, U.P. Pin-271201
Mob.:9838599786, www.noori.co.in
E-mail: reza.kashif786@gmail.com

HAZRAT QAMAR RAZA FOUNDATION
105, Khwaja Kutub
Bareilly Shareef, U.P., Pin-243003
Mob.: 9319787312, 8433284878

Rs. 150/-